فیضیہ سے جمہوری اسلامی تک

مصنف

مہدی شریعت زادہ

مترجم

سیّد غلام حسنین کراروی

مطبوعات لوح و قلم

مطبوعات لوح و قلم - لاہور

واحد تقسیم کار: المعارف گنج بخش روڈ، لاہور

فیضیہ سے جمہوری اسلامی تک

مصنف

مہدی شریعت زادہ

مترجم

سیّد غلام حسنین کراروی

مطبوعات لوح و قلم

مطبوعات لوح و قلم - لاہور

واحد تقسیم کار: المعارف گنج بخش روڈ، لاہور

ناشر : لوح و قلم لاہور

طابع : مکتبہ جدید پریس لاہور

اشاعت : ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء

تقسیم کار : المعارف گنج بخش روڈ لاہور

بسعی و اہتمام

سید ارشاد احمد عارف

نجیب احمد قریشی

بتقریب جشن فتح انقلاب اسلامی

جمہوری اسلامی ایران

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصر حاضر میں انقلاب سے مراد نظام مملکت میں تغیّر و تبدّل اور ایک نظام زندگی کو بدل کر اس کی جگہ پر دوسرے نظام حیات کو لانا ہے۔ اس بات سے سبھی واقف ہیں آج ایک ملک کے چند اعلیٰ عہدیدار دوسرے ملک کے افراد کی مدد سے انقلاب برپا کر کے اس ملک کے نظام کو بدل دیتے ہیں۔ چاہے ملک کے عوام اس انقلاب سے راضی ہوں یا نہ ہوں۔ اس سلسلے میں انقلاب برپا کرنے والے کسی بات کی طرف قطعاً توجہ نہیں دیتے بلکہ جمہوری، سوشلسٹ جمہوریہ، سوشلسٹ اور عوامی حکومت جیسے ناموں کا خوبصورت اور پُر فریب نقاب ڈال کر من مانی کرتے رہتے ہیں اور انھیں خوبصورت الفاظ کے بھیس میں آدم کُشی اور سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سابق نظام کے سبھی آثار اور یادگاروں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں۔ کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی ایک حرف بھی مُنہ سے نکالتا ہے تو اُسے انقلاب دشمن قرار دے کر گرفتار کر لیا جاتا ہے اور اذیت دیدے کر اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

اس سفاکانہ اور جابرانہ ماحول میں انقلاب برپا کرنے والی جماعت

اپنی خواہش کے مطابق احکام صادر کر کے ان کا نفاذ و اجراء کرتی ہے اور ان جابرانہ احکام کو بڑے خوبصورت اور دلفریب نام دیتی ہے۔ جیسا کہ چند دنوں قبل افغانستان میں کیا گیا کہ چند ایسے افغانی افسران نے کیا جنہوں نے روس میں تعلیم و تربیت پائی تھی، اور اپنے ہی وطن افغانستان کے ساتھ خیانت کا ارتکاب کیا اور اسلام کے نام پر سامراجیوں اور مفاد پرستوں کو ختم کر کے جبر و ستم کے سلسلے کے خاتمے کے بہانے انقلاب برپا کیا اور نظام حکومت کو بدل دیا۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے ہزار افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ آج بھی نہ جانے کتنے علماء اسلام سلاخوں کے پیچھے قیدی بنا کر ڈال دیئے گئے ہیں ان علماء پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے ہماری حمایت کیوں نہیں کی۔ اور ہماری مخالفت کی جسارت کیوں کی۔ انجام کار چاہے وہ عالم دین رہا ہو، یا طالب علم، حکومت کے اقدامات پر تنقید کرنے والا رہا ہو یا معترض، اس کا جواب صرف قید و بند، اذیت اور قتل کی صورت میں دیا گیا تھا اور آج بھی اس کا سلسلہ جاری ہے۔

ایسے لرزہ خیز واقعات کا نام انقلاب رکھا گیا ہے حالانکہ یہ کھلا ہوا مجرمانہ ہیر پھیر ہے اس کا انقلاب سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔

جہاں تک انقلاب ایران کا تعلق ہے واقعتاً وہ انقلاب تھا، حقیقی اور عوامی انقلاب۔ جس کی جڑیں پورے ملک میں پھیل کر عوام کے دلوں

میں در آئی تھی اور بغیر کسی طاقت اور دولت و ثروت کے انجام پذیر ہوا اور انقلاب کی عظمت اور اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت ہی کم قربانی میں اپنی کامیابی سے ہمکنار رہوا۔ پورے ملک کے عوام نے چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے یہاں تک دو سال اور اس سے بھی کم عمر کے بچوں نے بھی جنہوں نے ابھی زبانیں بھی نہ کھولی تھیں اس انقلاب میں حصّہ لیا اور ایک بار نہیں بلکہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی اسی زبان بے زبانی سے ناقص اور ادھورے نعرے بلند کر رہے تھے۔ اس طرح وہ ناپاک پہلوی خاندان اور اس کے ظلم و جور سے، اپنی انتہائی نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ دینی رہنماؤں خصوصاً عظیم قائد آیۃ اللہ العظمیٰ السید روح اللہ الخمینی سے اپنے دلی لگاؤ اور قلبی تعلق کا اعلان کر رہے تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے دیکھا اور سنا اور مظاہروں کے دوران راستہ طے کرتے ہوئے جو باتیں نگاہوں کے سامنے آئیں وہ عجیب و غریب اور ناقابلِ یقین سی معلوم ہوتی ہیں۔ ان انقلابی مظاہروں میں مفلوج اور اپاہج بھی شرکت کرتے تھے۔ دودھ پیتے بچے بھی شریک ہوتے تھے، مذہبی اور قومی اقلیتیں بھی برابر کی حصّہ دار تھیں مختلف زبانوں اور مختلف لہجوں میں نعرے لگائے جاتے اور جس قدر طاغوتی اور فاسد حکومتیں کوشش کرتیں کہ لاکھوں کی تعداد میں مظاہرین کے امنڈتے ہوئے سیلاب کی روک تھام

کرلیں اتنا ہی ان کے لئے ناممکن ہو جاتا۔ روک تھام کی ہر کوشش کا اثر کامیابی کی شکل میں الٹا ہی ہوتا۔ بختیار کی غیر قانونی حکومت کے زمانے میں کچھ لوگوں کو قانونِ اساسی (بے اساس) کے طرفداروں کے نام سے حرکت میں لاکر مظاہرے کروائے گئے تھے جن میں ساواکیوں، بے بس فوجیوں، ان کے خاندان کے افراد اور کچھ کرائے کے آدمیوں نے شرکت کی تھی۔ ان لوگوں نے جلوس تو نکالا اور نکال کر بہارستان کے میدان کی جانب آئے۔ مگر نعرے بڑی بے دلی اور بے ربط طریقے سے لگا رہے تھے۔ میرے ایک دوست نے بیان کیا کہ میں نے اس مظاہرہ میں شرکت کی تھی محض یہ معلوم کرنے کیلئے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ آخر یہ کون لوگ ہیں؟ کیا کہتے ہیں؟ میرے دوست نے بتایا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، عوام اس مظاہرے کا قطعاً استقبال نہیں کر رہے ہیں بلکہ بعض مقامات پر تو جہ سے برہمی کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک منظر نے تو میری توجہ اپنی جانب مبذول کر لی۔ منظر یہ تھا، ایک تربیت یافتہ آدمی کو دیکھا۔ صورت سے آفیسر معلوم ہو رہا تھا، نعرہ لگانے میں منہمک ہے اور ایک کم سن بچے کا ہاتھ تھامے راستہ طے کر رہا ہے جتنی بلند آواز میں وہ شخص نعرے لگاتا اس کا کم سن بچہ اتنی ہی بلند آواز میں کہتا "مرگ بر شاہ" (شاہ مردہ باد) "مرگ بر شاہ"۔ ایک بار ایک شخص کی توجہ اس بچے کے نعروں کی جانب گئی

اس نے کہا: او بے ادب بچے! یہ کیا کہتا ہے؟ یہ کیسا نعرہ منہ سے نکالتا ہے۔
باپ بھی بچے کی جانب متوجہ ہوگیا۔ اور اُسے چُپ کرادیا۔ لیکن بچے نے شدّت
سے ٹوکنے والے سے کہا: ابا بھی چند دن پہلے "مرگ بر شاہ" "مرگ بر شاہ"
کہہ رہے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ باپ کو زبردستی اس مظاہرے میں
لایا گیا تھا اور اس سے پہلے اس نے عوامی مظاہرے میں شرکت کی تھی۔

انقلاب ایسا ہی ہوتا ہے، جب پھوٹ پڑتا ہے تو اس کی پیش قدمی
کو روکنا کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی بلکہ وہ بھرپور قوت کے ساتھ پیش قدمی
کرتا ہے تاکہ اپنی آخری منزل تک پہونچ جائے۔ اس لئے انقلابِ ایران
کسی فوجی ٹولے کی بغاوت نہ تھی بلکہ ہر لحاظ سے مکمل انقلاب تھا اور جس کی
جڑیں عوام کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئی تھیں۔



سفید انقلاب اسلامی

انتشار اور ہنگامہ گیر ودار کی یہ دنیا، یہ کرۂ زمین کا خشکی کا حصّہ (ربع سکون) جس میں ان زمین وآسمان نے ان گنت انقلاب دیکھے ہیں بلکہ انقلاب نہیں سازشوں کے ذریعہ فوجی انقلاب برپا ہوتے ہوئے دیکھے ہیں جن میں ایک فاسد نظام کی جگہ دوسرے فاسد نظام، پہلے نظام سے بھی زیادہ فاسد نظام نے لے لی تھی۔ ان انقلابات اور ان سازشوں میں خون کی ندیاں بہیں، مصائب کے پہاڑ توڑے گئے، معاشی بدحالی اپنے شباب کو پہونچ گئی اور اپنے ساتھ تباہیوں اور بربادیوں کا طوفان لائی۔

ہم دور کیوں جائیں۔ افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ چند گنے چُنے کمیونسٹ فوجی افسروں نے جنکی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے، ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان گنت عورتوں اور بچوں کو تہِ تیغ کر دیا۔ اخباروں کے بیان کے مطابق کہ بعض سابق حکمرانوں کے بچے اور ان کی عورتیں بغیر کسی قصور کے ان کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دی گئیں۔ حالانکہ دنیا کا کوئی مذہب یا عقل اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ بچوں کو ان کے باپ کے سامنے گولی سے اڑا دیا جائے۔

ویت نام کی جنگ میں ایک ایسا خونیں اور الم انگیز حادثہ پیش آیا

جس نے ساری دنیا کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ کے نالۂ و زاری نے پوری دنیائے انسانیت کو احتجاج پر مجبور کر دیا۔ شمالی ویت نام کا ایک ہوائی جہاز اڑتا ہے جس میں ۲۰۰ بچے سوار تھے اکثر ان میں یتیم تھے۔ دشمن کا ہوائی بیڑہ اُسے اپنا نشانہ بناتا ہے، آگ کے شعلے بلند ہوتے ہیں، سارے بچے زندہ جل جاتے ہیں اور ہوائی جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اس وحشیانہ اور بزدلانہ عمل کا ارتکاب کسی اور سے نہ ہوا تھا بلکہ اس عظیم امریکہ کے خونخوار بھیڑیوں سے ہوا تھا جو ہر وقت تہذیب و تمدن اور انسانیت و ثقافت کے ڈھول پیٹتا رہتا ہے اور انسانیت گیت گاتا رہتا ہے اپنے آپ کو حقوقِ انسانی کا حامی اور طرفدار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس کا پیشہ ہی جرائم کا ارتکاب ہے۔ یہ لوگ حقوقِ اور کمزور ملکوں کی حمایت کا لبادہ اوڑھ کر اور صلح کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال کر، اپنی مجرمانہ سازشوں کو عملی جامہ پہناتے رہتے ہیں۔ جو لوگ ان کی زہریلی خلاف کے سیارے اور انھیں کے مکتب فکر کے طالب علم ہیں۔ ان کے نشان زدہ ہاتھوں کو دیکھ لیا ہے اور دیکھو گے کہ انہوں نے ایران میں کیا کیا اور دوسرے مقامات پر کیا کر رہے ہیں۔ ہمارے عزیز دوستو! "عظیم تمدن کی جانب کوچ" کے نام پر ایران میں اس پہلوی کے بچے نے اپنے باپ کی طرح کیسے کیسے ستم ڈھائے ہیں، کتنے مظالم توڑے ہیں، کیا کیا کئے ہیں، اور کیا کر سکتے

تھے جیسے نہیں کیا۔ اصل میں یہ ناپاک پہلوی خاندان اس بات کی بنیاد رکھ رہا تھا کہ اسلام، قرآن، عترتِ رسولؐ، روحانیت، شرف و عزت اور ناموس کا نام و نشان باقی نہ رہ جائے۔ اور قریب تھا کہ جملہ مقدسات اسلام نیست و نابود کر ڈالے لیکن "عظیم تمدن کی جانب کوچ" کے نام پر ــــ یہی سبب تھا کہ قوم کے بچے بچے نے علماء کی رہنمائی میں انقلاب برپا کیا ــــ بزرگ مرتبت اور جلیل القدر قائد آیۃ اللہ روح اللہ خمینی مدظلہ نے اپنی وسعت نظر اور عمیق بصیرت سے انقلاب کی رہنمائی اور قیادت اپنے ذمے لی، نتیجہ حاصل ہونے تک رہنمائی کرتے رہے یہاں تک کہ تمام طاغوتی اور شیطانی قوتوں کو اس طرح پاش پاش کر دیا کہ ان کا نام و نشان ہی مٹ گیا۔

ماضی اور عہد حاضر کی انقلابی تاریخ میں ہمارا بے مثال عظیم اسلامی انقلاب ہی ایسا انقلاب تھا جو سب سے کم قربانی اور سب سے کم قتل و خون کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ جس دن امریکہ کی طاغوتی قوت کے مراکز اور فوجی کیمپ یکے بعد دیگرے ہمارے باہمت انقلابی نوجوانوں کے قبضے میں آئے اس دن صرف ایک ہزار افراد مارے گئے۔ اصل میں سفید انقلاب یہی تھا، نہ کہ پہلوی کے بچے کا سفید انقلاب، جو نہایت خونیں اور ننگ و عار کا حامل تھا جس میں ہمارے علماء اور انقلابی نوجوان از سرتا پا خون میں ڈبو دیے گئے تھے۔

لعنت ہے تجھ پر اے پہلوی زادے، تف ہے تجھ پر اے پہلوی کے بچے! تونے اور تیرے گرگوں نے فرعون اور نمرود کی تاریخ کو زندہ کیا، شداد تیرے نام کو سن کر شرما جاتا ہے۔

مثل مشہور ہے "وَیْلٌ لِمَنْ کَفَّرَہٗ نَمْرُوْدٌ" تف ہے اس پر جسے نمرود اپنے جملہ مظالم و کفر و جرائم کے باوجود کافر قرار دیدے یعنی تو اپنے ظلم و جبر و استبداد اور جرائم میں اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ آج نمرود زندہ ہوتا تو وہ تیری ظالمانہ روش سے پناہ مانگتا۔ اخباروں سے معلوم ہوا ہے کہ رضا پہلوی کے مجسمہ کو جو لندن کے عجائب گھر کے اوپری منزلے پر تھا زمینی طبقے پر لاکر ان مجرمین کے مجسموں کے ساتھ رکھ دیا گیا جو تاریخ بشریت میں اپنے جبر و استبداد اور جرائم کے لئے مشہور تھے۔ سچ ہے تیرے جرم اور مظالم کس حد تک بڑھ گئے تھے کہ وہ انگریز جن کا شمار دنیا کے ظالموں اور مجرموں کی صف اوّل میں ہوتا ہے انھیں بھی یہ محسوس ہوا کہ تیرے باپ کے مجسمے کو مشہور زمانہ اور تاریخی مجرموں کے ساتھ رکھدے

یہ تو دنیا کی ذلت و رسوائی اور خواری ہے اور عذاب آخرت تیرا منتظر ہے ہی۔

قرآن حکیم دنیا و آخرت کی اسی ذلت و خواری کے بارے میں فرماتا ہے "لِنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَخْزٰی وَھُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم انھیں دنیاوی زندگی میں ذلت و رسوائی کا مزا چکھائینگے اور بے شک آخرت کا عذاب تو سب سے زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدد نہ کی جائیگی۔

اس بے انتہا منقولہ اور غیر منقولہ دولت و ثروت اور جائیداد کے باوجود جو پوری دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سر سے تک پھیلی ہوئی تھی، اس پہلوی بچے کے واسطے ایک گز زمین تک نہ نصیب ہوئی۔ بے بہاما کے جزائر میں پناہ لینے کیلئے پہونچا تو بلّی کی طرح دانتوں میں اپنے بچوں کو دبائے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہا۔ ایک بین الاقوامی مجرم کا یہی حشر ہونا چاہئے۔ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے میں، ایک شہر سے دوسرے شہر میں، ایک ملک سے دوسرے ملک میں اور حالت یہ تھی کہ کوئی ملک اور کوئی جماعت اُسے پناہ دینے پر آمادہ نہ تھی ۔ اللہ اکبر۔ انسان دانتوں تلے انگلی دبائے متحیر ہے خدائی امور کے بارے میں ایک بار قرآن پھر آواز دیتا ہے:

"وَضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۝"

ترجمہ: اور خوشحالی و فراخی کے باوجود زمین ان پر تنگ ہو گئی

کرّۂ ارض کی اس وسعت کے باوجود ایک مربّع گز زمین بھی اس کیلئے نہ تھی۔ فضا بھی اس کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئی اور اس لامتناہی اور بیکراں فضا میں اس کیلئے کوئی ٹھکانہ نصیب نہ ہوا۔ اخباروں کا بیان ہے کہ مصر کے شہر

اسکندریہ سے مراکش کے شہر طرابلس تک جاتے وقت ساڑھے چھ گھنٹے تک فضا میں اس کا جہاز پرواز کرتا رہا تاکہ طرابلس کے ہوائی اڈے پر اُتر سکے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس ہوائی راستے سے پرواز کرے۔ اُسے یہ خوف مارے ڈال رہا تھا کہ کہیں اس سرکش اور نافرمان و گنہگار گوریئے کو عقاب جھپٹ نہ لیں ۔۔۔ یہ تو دنیا میں تیرا حال تھا اب آخرت میں تیری کتنی افسوسناک حالت ہوگی ۔۔۔

میں خود سخت متعجب و متحیّر ہوں، اپنے آپ سے کہتا ہوں؛ اس قسم کے مجرم ماضی کی تاریخ میں نہ تو دیکھے گئے، نہ پڑھے گئے اس نے ماضی کی تاریخ سے کوئی سبق بھی حاصل نہ کیا ۔۔۔ اقتدار کے نشہ میں اس قدر سرشار ہوگیا تھا کہ کان بند اور آنکھیں موند گئی تھیں جیسے اُسے اپنے گھناونے مقاصد کی تکمیل کیلئے معصوم اور بے گناہ لوگوں کا خون بہانے کے سوا نہ تو کچھ سنائی دیتا اور نہ ہی دکھائی دیتا تھا

حجّاج جیسا خونخوار اور درندہ صفت انسان، اپنی سفّاکی اور خونریزی میں مورخوں کے درمیان کافی مشہور رہے۔ ایک دن حجّاج سے سوال کیا گیا کہ اس دنیا میں تجھے سب سے زیادہ کون سی شے لذت بخش معلوم ہوئی ؟

اس نے جواب دیا: ایسے دسترخان پر بیٹھا رہوں جس پر انواع و اقسام کی غذائیں ہوں، میرے جلاد کسی شخص کو لائیں، میرے سامنے اس کا گلا کاٹ کر جلتے ہوئے ساکھو کے کُندے پر لٹا دیں اس کی گردن کی رگیں بند ہو جائیں، اس کی جان نکلنے میں کافی وقت لگ جائے اور میں اس منظر کو

دیکھتا ہوا کھانا کھاؤں تو وہ وقت میرے لئے سب سے زیادہ پُر لطف ہوگا اور میں اس وقت انتہائی لذت محسوس کروں گا۔

حجّاج کی اس خونریز اور سفّاک طینت ہونے کے باوجود (جس پر سبھی مؤرخین کا اجماع ہے) یہ ظالم اور جفاجو صرف ایک لاکھ بیس ہزار افراد کو موت کے گھاٹ اتار سکا تھا اور تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو قید خانے میں طرح طرح کی اذیتیں دے کر، زہر کھلا کر اور بھوکا پیاسا رکھ کر ختم کرا سکا تھا یعنی حجاج کے ہاتھوں مرنے والوں کی مجموعی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی ــــ لیکن۔ رضا خان قلدر پہلوی اور اس کے بیٹے نے اپنی ۵۰ سالہ حکومت کے دوران تقریباً دس لاکھ بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا جن میں اکثریت نوجوانوں کی تھی۔ ان دونوں نے اذیت رسانی اور بھیانک سزاؤں کے ایسے ایسے حیرت انگیز آلات و وسائل مہیا کئے تھے جنھیں دیکھکر ہی رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور یہ آلات تعذیب زیادہ تر علماء، طلبہ، اساتذہ، انجنیروں اور ڈاکٹروں کیلئے استعمال کئے جاتے تھے۔

دنیا میں انقلاب کی میزان اور معیار

سیاسی اعتبار سے ہمارے انقلاب کا معیار نہ تو مغرب ہے اور نہ ختق بلکہ صرف اور صرف قرآن اور اہل بیت ہیں۔

اقتصادی اعتبار سے ہمارا انقلاب نہ تو سرمایہ داری کی بنیاد پر ہے جس سے انسانوں کا استحصال کیا جائے اور نہ ہی کمیونزم کی اقتصادیات کو اپنایا ہے جو استحصال کی ایک دوسری شکل ہے۔ بلکہ اس کے اقتصادیات کی بنیاد "مکتب قرآن" ہے جو ہر طرح کے استحصال اور لوٹ کھسوٹ کا شدید ترین مخالف ہے۔

عوامی ہونے کے اعتبار سے عوام کی اکثریت نے جو متفقہ رائے سے زیادہ قریب تھی اس کی تشکیل و تائید کی۔ دنیا کے کسی ملک میں ایسی بھاری اکثریت کا اتفاق دیکھنے میں نہ آئے گا جو حکومت کو تشکیل دے۔ یہاں تک کہ خود انگلستان کو بھی یہ بات نصیب نہیں جہاں جمہوریت کی جڑیں بہت گہری کہی جاتی ہیں۔

ہم نے اخباروں میں دیکھا تھا: انقلاب کے ابتدائی دنوں میں جب تمام اسلامی ممالک اسلامی انقلاب کو تسلیم کر رہے تھے اس میں برطانیہ کے وزیراعظم یا وزیر خارجہ کا ایک جملہ میری نظر سے گذرا جس میں کہا گیا

"ایران کے جدید نظام کو برطانوی حکومت نے اس لئے تسلیم کر لیا ہے کہ ایرانی عوام کے ہر ایک طبقے نے اس حکومت کی تشکیل میں حصہ لیا ہے اور ہر ایک کی یہی تمنا اور آرزو تھی۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ ہم نے اس امر کی اچھی طرح تحقیق کر لی ہے کہ اس حکومت کا کسی بلاک سے کسی قسم کا بھی ربط نہیں وہ چاہے مشرقی بلاک ہو یا مغربی اس کا تعلق صرف ایرانی عوام کی اس بھاری اکثریت سے ہے جسے اگر اتفاق رائے کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ یہی دو بنیادی وجوہ تھے جن کی بنا پر ہم نے ایران کے جدید نظام حکومت کو تسلیم کر لیا ہے۔"

خدائے متعال کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بھی ان دو بنیادی باتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

کبھی کبھی کچھ خوبیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ خود دشمن ان خوبیوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور سچ پوچھئے تو خوبی وہی ہے جسکی گواہی خود دشمن دے اور اس کا اعتراف کرے۔ دوست تو اپنی جگہ پر تعریف کرے گا ہی۔

جہاں تک مسلح انقلاب کا تعلق ہے تو یقیناً یہ بہت ہی حیرت انگیز بات ہے، جیسا کہ رہبر انقلاب آیۃ اللہ خمینی نے فرمایا کہ ملت نے اس انقلاب کو بغیر کسی اسلحہ کے کامیابی سے ہمکنار کیا۔

جس قوم کے پاس کسی قسم کا ہتھیار نہ تھا اس نے مٹھیاں بھینچ کر، گھونسوں کی شکل میں اور پھر آخر آخر مولوٹوف کاکٹیل کے ذریعے صرف تھوڑے

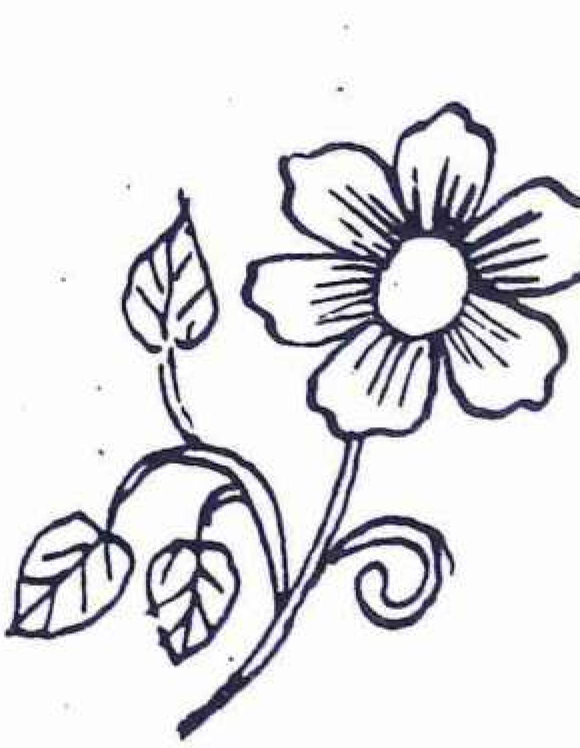
پیٹرول اور صابون کے پاؤڈر وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے، قوی ہیکل ٹینکوں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

بے شک جب خدائے متعال ارادہ کرتا ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اس کے ارادے کے سامنے نہ ٹھہرے تو وہ طاقت نابود ہو جاتی ہے۔ یہ وہی قادر مطلق ہے جس نے ابابیل جیسے حقیر اور ناچیز طائروں اور خاک کے بے بساط ذرّوں کے ذریعہ قوی ہیکل اور کوہ پیکر ہاتھیوں کو نیست و نابود کر دیا تھا۔

یہ صرف خدا کا ارادہ تھا، مشیت پروردگار ہی تھی اور حضرت ولی عصر عجّل اللہ فرجہ کا لطف و کرم ہے کہ یہ ملک الفیس کی بزرگ ہستی سے متعلق ہے۔ ایک مقام پر خداوند عالم کا ارشاد ہوتا ہے۔

"وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ"

ترجمہ: اور نہیں پھینکا تم نے مگر جب تم نے پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا



ہمارا اسلامی انقلاب

عوام پر لادا نہیں گیا۔

دنیا کے سبھی انقلاب جو آج تک برپا ہوئے، حقیقتاً ان میں سے کوئی حقیقی انقلاب نہ تھا بلکہ فوجی سازشس کا نتیجہ تھے جو طاقت اور زور دستی کے بل پر عوام پر لاد دیئے گئے۔ مثلاً روس میں تقریباً ساٹھ سال قبل جو انقلاب آیا تھا وہ بالشویک پارٹی کی ایک سازشی بغاوت تھی جسے صرف زور دستی اور دباؤ کے تحت قبول کیا گیا۔ یعنی عوام اس قسم کے نظام حکومت کے لئے راضی نہ تھے بلکہ طاقت اور سنگینوں کی نوک پر ان پر کمیونسٹ نظام کو لادا گیا۔ اور آج نصف صدی سے زیادہ گذر گئے پھر بھی روسی عوام اس جبری نظام کے خلاف ہیں۔ صرف کمیونسٹ پارٹی ہی کو اپنا پروپاگنڈہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگرچہ برابری اور برادری کے بڑے ہی بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں لیکن قطعاً بے بنیاد۔ غیر طبقاتی نظام کی زبردست مخالفت تو کی جاتی ہے اور اتنی بلند آواز میں کہ قصر کریملین کی بھیانک اور دیو قامت دیواروں کو پھلانگ کر فضائے عالم میں سنائی دیتی ہے اس کے باوجود اس نظام میں بھی سماجی طبقات پائے جاتے ہیں۔ آزادی اور جمہوریت کا فلک شگاف نعرہ بلند تو ضرور کرتے ہیں لیکن

آزادی کسی ایک فردِ بشر کو بھی حاصل نہیں چنانچہ ان کے عیطۂ اقتدار میں سلمان ہی کیا کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں ۔۔ اپنے حقوق کے لئے مطالبے کا کسی کو کوئی حق نہیں ۔ حکومت پر کسی قسم کا بھی اعتراض یا تھوڑی بھی تنقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اپنی پوری قوت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے ۔ لئے کچل دے گی اور جب تک زندہ رہیں گے اذیتوں میں مبتلا رہیں گے ۔۔

جمہوریت اور اشتراکیت کی آوازیں بلند تو ہیں لیکن ان دونوں باتوں کا کوئی اثر یا نشان نظر نہیں آتا ۔ یہی حال ان تمام ممالک کا ہے جہاں جمہوریت اور سوشلزم کے نعرے حکومت کی جانب سے بلند کئے جاتے ہیں ۔ مثال کے طور پر ویت نام کو لیجئے وہاں عوام کو ذرا بھی آزادی نہیں ۔ اگر کمیونسٹ ویتنام کے جرائم اور زور دستیاں تحریر میں لائی جائیں تو سو اونٹوں کا بوجھ یا پھر دیو پیکر بار برداری کے سو ہوائی جہازوں پر لادا جا سکتا ہے ۔ اس سلسلے میں معلومات کے لئے کتاب "ویتنام میں" کا مطالعہ کیجئے ۔۔

ابتدا میں یہی مجرمانہ سازشیں انقلاب کے نام سے رچی جاتی ہیں ۔ پھر آہستہ آہستہ جرم کی شکل اختیار کر لیتی ہیں ۔ ڈرا دھمکا کر روپیہ پیسہ کی لالچ دے کر بھولے بھالے نوجوانوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور پھر ایسی بے ایمانیوں، خیانتوں اور جرائم میں مصروف ہو جاتے ہیں جس کے بارے میں تمام کمیونسٹ ممالک باخبر ہیں ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ "لادا ہوا انقلاب

ہوتا ہے یعنی لاچار قوم کمیونسٹ نظام قبول کرنے پر مجبور ہوتی ہے اور قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا ورنہ دوسری صورت میں انھیں اپنی جان اور اپنی آبرو کا خطرہ رہتا ہے۔

لیکن ____ ایران کا عظیم اسلامی انقلاب، جس کا سلسلہ قرآن اور اہل بیتؑ سے جا کر ملتا ہے۔ مدرسہ فیضیہ سے شروع ہوتا ہے اور ۱۵ سال کی مدّت میں ہر طبقے کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کرتا ہے اور پھر کسی زور اور دباؤ کے بغیر کامیابی کی منزل تک پہونچتا ہے، رحمتیں نازل ہوں اس مکتب فکر پر، رحمتیں نازل ہوں قرآن پر، رحمتیں نازل ہوں اسلام پر، درود ہو اہل بیت علیہم السلام پر، بے شک حق و صداقت کا علمبردار مکتب ایسا ہی ہوتا ہے۔

ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ انقلاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم انقلاب سے ملتا جلتا ہے جو ۲۳ سال کی مدّت میں آہستہ آہستہ بغیر کسی زور یا دباؤ کے کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

(۱) "لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ، قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔"

(۲) "اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَ اِمَّا كَفُوْرًا ۔"

(۱) دین کے بارے میں کوئی جبر و زور نہیں، بیشک ہدایت اور گمراہی کا فرق ظاہر ہے

(۲) بیشک ہم نے راستہ دکھا دیا اب چاہے شکر کرو یا ناشکری اختیار کرو ۔

اب زور اور دباؤ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ۔

تحریک آزادی کا سرچشمہ

آزادی کے دلدادہ اور فریفتۂ انسانیت کے سردار نے دنیا کی تمام قوموں کو فداکاری اور آزادی کا درس دیا۔ اپنے اور اپنے جوانوں اور بچوں کا طیّب وطاہر خون نچھاور کرکے یہ ثابت کردیا کہ حق کو ہمیشہ باطل پر فتح حاصل ہوگی اور آزاد انسانوں کو ظلم وستم کے دباؤ میں ہرگز نہ آنا چاہیئے۔ امام حسین علیہ السلام نے مکۂ معظمہ اور کربلائے معلّٰی کی راہ میں ایک تقریر میں فرمایا: فَاِنِّیْ لَا اَرٰی الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَۃً وَّالْحَیٰوۃَ مَعَ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا بَرَمًا

یعنی شریفانہ موت ظالموں کے ساتھ ذلیل اور رسوا زندگی سے بہتر ہے۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے ؎

وَمَنْ لَّمْ یَمُتْ بِالسَّیْفِ مَاتَ بِغَیْرِہٖ
تَعَدَّدَتِ الْاَسْبَابُ وَالْمَوْتُ وَاحِدٌ

یعنی جو شخص تلوار سے نہ مرے گا وہ بہرحال کسی نہ کسی طرح موت کا مزا چکھے گا ہی۔ موت کے اسباب و وجوہ تو بہت سے ہیں لیکن مرنا ایک ہی بار ہوگا۔ ایک شخص پاک طینت اور خالص نیت کے ساتھ اپنے اسلحہ اٹھاکر فوجی جہاد نی کی طرف بڑھتا ہے، دین و مذہب اور شرف و عزت کی راہ میں قتل کردیا جاتا ہے اور ایک دوسرا آدمی سرطان، ٹی بی یا کینسر جیسے موذی امراض

سے بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے تو کیا دونوں مرنے والوں کی موت یکساں ہوگی ؟

ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں۔ خدائے عزّ وجلّ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے :

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

ترجمہ : جو لوگ راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے ہیں انھیں مردہ نہ تصور کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور خاص زندگی کے مالک ہیں، اللہ کی جانب سے انھیں رزق ملتا رہتا ہے۔

یعنی ان کا شمار مردوں میں نہ کرنا ان کا حساب ہی بالکل الگ ہے۔

قرآن کریم کا ایک معیار جہاد بھی ہے۔ جس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ ترجمہ : جو لوگ ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں انھیں ان لوگوں پر برتری حاصل ہے جو قیام و جہاد نہیں کرتے۔

انسانوں کے درمیان ایک دوسرے پر برتری حاصل ہونے کا قرآن کی نظر میں یہ خود ایک مستقل معیار ہے۔ خوش قسمتی سے ملت

ایران کی ایک ایک فرد نے ظلم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور کاندھے سے کاندھا ملا کر اس مقدس جہاد میں بچہ بچہ شریک رہا اور بالآخر عظیم اسلامی انقلاب کو کامیاب بنایا ــ اپنی قیمتی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر دشمنوں کی جانب بڑھے اور دشمن کے کلیجوں کو پتہ کر دینے والے نعرۂ "اللہ اکبر" سے دشمن اور اس کے حامیوں اور طرفداروں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ دشمن ہار گیا اور اسے پسپائی کا اعلان کرنا پڑا ــ ہاں ہمیں جاننا چاہئے کہ وہ پسپا ہو گئے۔ چونکہ مجاہدین نے انقلاب کی آدھی راہ طے کر لی تھی کہ دشمن نے پسپائی اور گوشہ نشینی کا اعلان اس بہانہ سے کیا کہ وہ سیاست میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا۔ اس مقدمہ کے بعد اب توجہ فرمائیے ــ

اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئیے کہ اس انقلاب کی راہوں کو طے کرنے اور مظاہرات کے دوران جو علماء کی رہبری میں انجام پا رہے تھے سب ایک آواز ہو کر نعرے بلند کر رہے تھے ــــ رہبر ما خمینی نہضت ما حسینی (یعنی ہمارے رہبر خمینی ہیں اور ہمارا انقلاب حسینی انقلاب ہے) امام حسین علیہ السلام کے بپا کردہ انقلاب اور کربلاء کے جان گداز واقعہ کے اثرات کے تحت اور آزادی پسند انسانوں کے عظیم راہنما اور سردار کی فداکاریوں کے اتباع کے بعد ہی ہمارا یہ انقلاب و قیام کامیابی کی منزل تک پہونچا۔ ہماری یہ کوشش رہی کہ "اس" انقلاب کے حسینی ہونے کو فراموش

نہ کریں۔ اس وقت سے اور اس کے بعد ہماری تمام تر توجہ اور سارا اہتمام حسینی اور مذہبی نعروں اور دینی طور وطریق کی جانب تھا۔ یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیئے کہ ملت ایران نے انقلاب کے حسینی ہونے کی وجہ سے جانیں دیں، قتل ہوئے اور بے شمار قربانیاں پیش کیں۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور نعرہ ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ملت مسلمان ایران ایک مرکز پر جمع ہو کر انقلاب برپا کرتی۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ ہم لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کی جانب منسوب سیاہ پرچم اٹھائے قبرستانوں، مسجدوں اور امامباڑوں سے نکلتے، نعرے لگاتے اور اعلان کرتے کہ ہمارے انقلاب کا تعلق پورے طور پر حسین بن علی علیہما السلام کے انقلاب سے ہے اور ہمارے انقلاب کا سرچشمہ انقلاب کربلا ہے۔ ہمیں بہت زیادہ ہوشیار اور بیدار رہنا چاہیئے کہ کہیں دشمنانِ انقلاب مذہب ہی کا نقاب چہرے پر ڈال کر ہمارے عقائد پر طمانچے نہ لگائیں اور ہم سے مقدس حسینی نعروں کو چھین نہ لیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام سے خیانت کی اور پھر سب خدائے عزّوجل کی عدالت میں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے کئے جائیں گے اور ہمارے شہیدوں کا خون رائیگاں جائے گا۔ ہمارے نوجوانوں نے دین و مذہب کیلئے جانیں دی ہیں۔ شہیدوں کی ماؤں اور ان کے آباء اپنے آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ ان کے دل کے ٹکڑے حسینی انقلاب کی راہ میں قتل ہوئے ہیں

، در یقیناً یہ انقلاب مذہبی بنیاد رکھتا ہے۔ ایک بوڑھا، بہشت زہرا کے قبرستان میں اپنے بائیس سالہ بیٹے کی قبر پر آیا اور کہنا شروع کیا: "میرے لال! تیرے قتل سے میں خوش ہوں۔ مجھے خبر نہ تھی کہ تیری نیت اتنی اچھی تھی اور اس میں اس قدر خلوص تھا۔ تو نے میرا سر امام زمانہ علیہ السلام کے حضور میں اونچا رکھا۔ میرے لال۔ اگر میں تیری اس خصوصیت سے واقف ہوتا تو صبح و شام میں تیرے ہاتھوں کو چوما کرتا۔ مجھے امید اور یقین ہے کہ تو فرزند رسولؐ حسینؑ ابن علیؑ کے پسر علیؑ اکبرؑ کے ساتھ محشور ہوگا۔ ذرا غور کیجئے کہ یہ بوڑھا انسان اپنی گفتگو میں کیا کہتا ہے۔ اور اپنی گفتگو کو کن مقدس شخصیتوں سے مربوط کرتا ہے۔ حضرت حجۃ بن الحسن المہدی علیہما السلام سے، شاہزادہ علی اکبرؑ سے سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام سے۔

شہر قم کے خیابان صفائیہ پر واقع کوچہ بیگدلی میں ایک عالم شہید ہوئے۔ کچھ لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کا جنازہ امیر المومنین کے حرم میں ہے اور لوگ اپنے کاندھوں پر لئے حرم کا طواف کرا رہے ہیں۔

ایک باپ اپنے بیٹے کی لاش کو "بہشت زہراؑ" قبرستان کے ایک گڑھے میں پڑا ہوا پاتا ہے جس میں کئی دوسرے شہداء کی لاشیں ڈال دی گئی تھیں۔ جب اس نے اپنے بیٹے کی لاش کو دوسرے شہیدوں کی لاشوں کے درمیان سے اٹھانا چاہا تو جنرل ازہاری کے فوجیوں نے اس سے دو ہزار

تومان کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ اس جوان کی موت پر فوجیوں نے دو گولیاں خرچ کی تھیں۔ انجام کاران جلاّدوں نے دو ہزار روپے وصول کر لئے۔ اس غمزدہ اور داغدار باپ نے خون میں ڈوبی ہوئی بیٹے کی لاش اٹھائی اور لا کر اسے غسل دیا اور دفن کر دیا۔

چند دنوں بعد اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا۔ اس سے حالات دریافت کئے۔ بیٹے نے جواب دیا: بابا، آپ سے مجھے ایک شکایت ہے۔ کیوں میرے لال؟ باپ نے پوچھا۔ اس لئے کہ آپ نے شہداء کی جماعت سے نکال کر مجھے الگ دفن کر دیا۔ بابا، امیرالمومنین شہیدوں کی جماعت سے ملاقات کیلئے ہر شب پہلے ان کے پاس جاتے ہیں اس کے بعد میرے پاس آتے ہیں۔ اسی لئے مجھے رشک ہو رہا ہے کہ میں ان کے ساتھ کیوں نہیں دفن ہوا۔

اسباب وعلل دریافت فرمائیے، توجیہہ کیجئے: ہمارے انقلاب کا طرز علوی تھا، حسینی تھا۔ اگر اس کے علاوہ ہوتا تو نوبت یہ نہ آتی کہ میدان ژالہ (جواب میدان شہداء ہے) ایک عورت کے گھر کے چار افراد قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ پانچ دنوں بعد ایک خطیر رقم خرچ کرنے کے بعد ایک اسپتال میں ان شہیدوں کی لاشیں ملتی ہیں۔ تجہیز و تکفین اور تدفین ہونے کے بعد اس دکھوں کی ماری بی بی کا بیان ہے کہ طرح طرح کی باتیں

سننے سے میں دل گرفتہ تھی اور مجھے اس بات کا اشتیاق تھا کہ میں یہ جان لوں کہ میرے شہداء جنتی ہیں یا نہیں ہے؟

ایک رات میں نے خواب میں ایک لق و دق صحرا دیکھا۔ اسی صحرا میں دور سے مجھے چند خیمے نظر آئے۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا: جاؤ، امام زمانہ علیہ السلام سے سوال کرو کہ میرے مقتولین کہاں ہیں؟

ان مصیبت زدہ بی بی کا بیان ہے: وہ شخص میرے آگے آگے چلا اور ایک ایسے خیمے کی طرف اشارہ کیا جو دوسرے خیموں کے بیچوں بیچ نصب تھا اور کہا یہی خیمہ حضرت حجۃ بن الحسن عج کا ہے۔ میں قریب گئی اور خیمہ کے اندر داخل ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ میرے سرور و آقا نہایت عظمت و وقار کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور چاروں طرف کچھ نورانی ہستیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ نشست بہت ہی پرشکوہ تھی۔ میں نے داخل ہوتے ہی سلام کیا اور ابھی میں سوال بھی نہ کرنے پائی تھی کہ حضرتؑ نے فرمایا: ہم نے تمہارے شہیدوں کو غسل دیا، حنوط دیا۔ کفن پہنایا اور ان پر نماز پڑھی اور انھیں سپرد خاک کیا اور اب وہ لوگ ہمارے پاس ہیں۔

توجہ فرمایئے۔ توجہ فرمایئے: یہ انقلاب اہل بیتؑ کا رنگ رکھتا ہے، امام زمانہ علیہ السلام کا رنگ رکھتا ہے، امام حسین علیہ السلام کے رنگ کا حامل ہے۔ آخر میں مذہبی رنگ رکھتا ہے، زور اس بات پر

دیتا ہوں کہ اس رنگ کی ہمیشہ کے لئے ہمیں حفاظت کرنی چاہئے ممکن ہے کہ کچھ لوگ کہیں کہ درج بالا واقعات تو خواب ہیں۔ لیکن اس بات کو نظر انداز نہ کیجئے کہ اس قسم کے خواب، سچے خواب (رویائے صادقہ) ہوا کرتے ہیں۔ اور ایسے خوابوں میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔ سبھی لوگ موجود تھے، سبھوں نے دیکھا بھی اور سنا بھی کہ کس قسم کے نعرے بلند کئے جاتے تھے۔ سبھی نعروں کا دین سے، مذہب سے، علیؑ سے، حسینؑ سے اور تمامی اہلبیت علیہم السلام سے رابطہ تھا۔ اسی وجہ سے اپنے مذہبی نعروں اور عزاداری کی رسموں کو قائم رکھیں، اور بے معنی باتیں کرنے والوں کو اس امر کی قطعاً اجازت نہ دیں کہ تجزیہ و تحلیل اور روشن فکری اور ترقی پسندی کے نام پر ہمیں عزاداری و سوگواری اور آخر میں مذہبی مراسم و شعائر کی تعظیم سے روک دیں۔ خداوند عالم بھی ہماری نصرت کرتا ہے۔ خاندان عصمت و طہارت کی عظمت بھی انشاء اللہ ہم سبھی کے شامل حال رہے گی ضمنی طور پر ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ عزاداری، اظہار غم اور انجمنوں کا ماتم کرتے ہوئے نکلنا بھی باطل کے مقابلے میں ایک قسم کا مظاہرہ اور اس کی شکست و ریخت کا بہترین ہتھیار رہا ہے۔

اجازت مرحمت کیجئے کہ ہم دل کی گہرائیوں سے دعا کریں اور آپ بھی مطالعہ کے وقت آمین کہئے۔

پروردگارا! ہمارے ملک، ہمارے عوام، ہمارے جوانوں اور ہمارے علماء کو قرآن و عترت سے جُدا نہ کر، بارالہا! یہ ملک علی کا ملک ہے، اس کا ایک ایک جیبہ علیؑ کی محبت کا دم بھرتا ہے، حسینؑ کی محبت کا دم بھرتا ہے، فاطمہؑ کی محبت کا دم بھرتا ہے آل محمد علیہم السلام کی وِلا کا دم بھرتا ہے۔ خدایا! اسے اپنی پناہ میں لے کر تمام داخلی اور خارجی خطروں سے محفوظ اور مامون رکھ۔

آمین



اسلامی انقلاب

یا خداوند کریم کا معجزہ

خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا انقلاب کامیابی سے ہمکنار ہوا اور ہم کامراں ہوئے اگر ہمارے عظیم رہبر کے قول کے مطابق (دام اللہ ظلہ العالی) "ابھی ہم مکمل کامیابی کی منزل تک نہیں پہونچے، ابھی ہم راستہ طے کر رہے ہیں" لیکن بہر حال آخری کامیابی کے آثار و علائم نظروں کے سامنے ہیں اور یہ عظیم اور بزرگ نعمت خدائے متعال نے ہمیں بہت کم قیمت ادا کرنے پر عطا فرمائی ہے۔ ہم جتنا بھی اس عظیم احسان اور بزرگ نعمت کا شکریہ ادا کریں حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ایسی نعمت جس کے سامنے کوئی معیار نظر نہیں آرہا تھا۔ سبھی یہ سمجھ رہے تھے کہ ابھی راستہ بہت طویل اور کٹھن ہے۔ کسی کے شان و گمان میں بھی نہ تھا کہ ہماری قوم کامیابی و کامرانی کی ڈیوڑھی تک پہونچ چکی ہے۔ خود ملت کو بھی خبر نہ تھی یہ تو صرف خدائے عزوجل کی دین ہی کہی جا سکتی اور بس۔

انقلاب کے ابتدائی دن تھے غالباً دوسرا دن تھا، میں تہران میں حضرت آیۃ اللہ آشتیانی دام ظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اس

بزرگ شخصیت کو بڑی عجیب حالت میں دیکھا۔ وہ بہت زیادہ خوش نظر آرہے تھے۔ آپ نے اپنے بیانات کے دوران فرمایا: یہ انقلاب محض ایک معجزہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ پھر آپ نے مزید فرمایا: یہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ اور عصا ہی تھا جس کے باعث وہ فرعون کے تخت کے مقابل آئے اور کہا، نیچے اتر آ! اور آخرکار اسے تخت سے کھینچ ہی لیا ــــ آقائی موصوف کا مقصد اس بیان سے یہ تھا کہ اسلامی انقلاب کے پاس جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرح کوئی اسلحہ نہ تھا۔ بلکہ عصا بھی نہ تھا۔ لیکن مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہونے اور ایسی فوج کے مقابلے میں کھڑے ہوئے جو خود بھی دنیا کی طاقتور فوجوں کی فہرست میں شامل تھی اور جس کی پشت پناہ اور حامی و مددگار دنیا کی بڑی طاقتیں تھیں ـ لیکن آخر میں مٹھی بھینچ کر ایمانی قوت اور یقین کے ساتھ ساڑھے چار لاکھ فوجیوں کو شکست دی اور ڈھائی ہزار سالہ طاغوتی نظام کو نابود کر دیا۔ اور ہمیشہ کیلئے فراموشی کے حوالے کر دیا ــ

حضرت آیۃ اللہ میرزا باقر آشتیانی دامت برکاتہ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ابتدا ہی سے، پندرہ سال پہلے ہی سے، رہبر انقلاب اپنے ہر جلسے میں فرماتے تھے کہ "شاہ کا جانا" ضروری ہے۔ اس کے یاروں اور مددگاروں کو بھی جانا ہی پڑے گا۔ ورنہ ہمارے لئے کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں ہے ـ اور انہوں نے اس وقت تک مقابلہ کرتے ہوئے ہماری رہنمائی

کرتے رہے کہ الحمدللہ انقلاب کامیاب ہوا۔

تمامی علماء، جملہ دانشمند اور دنیا کے سبھی سیاستدان اس بات کا اعتراف واقرار کرتے ہیں کہ ملت ایران کے عظیم انقلاب کے بارے میں ہم نہ کوئی صحیح اندازہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی اصول پر اُسے پرکھ سکتے ہیں اس لئے اس انقلاب کے بارے میں ہر ایک اپنے مخصوص انداز فکر کے تحت تحلیل و تجزیہ کر رہا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے بین الاقوامی اخبارات اس عظیم انقلاب کے سلسلے میں مختلف سیاسی وضاحتیں پیش کر رہے ہیں اور چونکہ اس انقلاب نے کسی بھی بلاک کا چاہے وہ مشرقی ہو یا مغربی، سہارا نہیں لیا۔ اسی سبب سے اس عظیم الشان واقعہ کی صحیح تفسیر اور توجیہہ کرنے سے قاصر ہیں۔ سبب یہ ہے کہ چونکہ دنیا کے سیاسی مبصرین صرف واقعہ کو سیاسی عینک سے دیکھتے ہیں اور ہمیشہ ہر واقعہ اور قضیہ کو اسی عینک سے دیکھنے کے عادی ہیں اور اس بات سے غافل ہیں کہ ملت اسلامی ایران کا انقلاب صرف ایک سیاسی انقلاب نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بہت ہی محکم دینی اور مذہبی پہلو بھی رکھتا ہے۔ نیز خدائے قہار کے ارادے سے یہ انقلاب کامیابی سے ہمکنار ہوا اور انقلابیوں کے ہاتھوں میں غیبی طاقت آگئی تھی جیسا کہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے: یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ یعنی اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے ۔۔۔ حقیقت میں اللہ کی مشیت

اور اسی کے ارادے سے اتنا عظیم کام پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ اسی لئے اس اسلامی انقلاب کو صرف سیاسی عینک ہی سے نہ دیکھنا چاہئے۔ بلکہ اس کے ہر پہلو کو نظر میں رکھنا ہوگا۔ دینی اور مذہبی پہلو، معنوی و روحانی اور الطاف خداوندی کا پہلو اور خدا کا وہ وعدہ بھی پورا ہونا ضروری ہے جیسا کہ خداوند متعال قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۔ یعنی بے شک ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور ان لوگوں کی جو دنیاوی زندگی میں اور اس دن پر جس دن شہادتیں قائم کی جائیں گی ایمان رکھتے ہیں۔

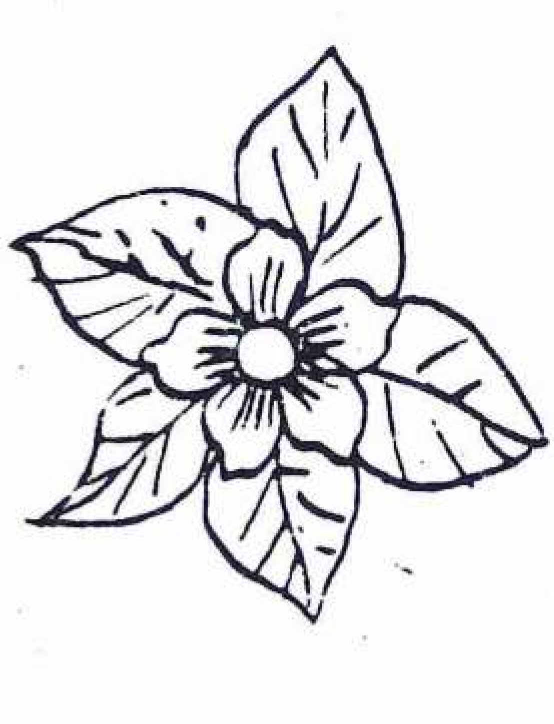
لندن کے ایک کثیر الاشاعت روزنامہ نے انقلاب کے ابتدائی دنوں میں لکھا تھا کہ مذہبی افراد کسی ملک کا انتظام سنبھال ہی نہیں سکتے۔ آخر میں حکومت ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گی۔ لندن کے ایک دوسرے مشہور اخبار گارجین نے اس اخبار کو جواب دیا: تو غلطی کر رہا ہے۔ مذہبی انقلابی افراد ایران میں پورے طور پر ملک کا نظم و نسق سنبھال سکتے ہیں۔ آگے چل کر گارجین لکھتا ہے: اس بنا پر کہ وہ اپنے پیچھے بارہ سو برس کا تاریخی ورثہ رکھتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ انتظام نہ سنبھال سکیں گے واقعاً کیا دنیا کے گوشہ و کنار میں کچھ ایسے مفسر اور دانشمند ہیں جو ہمارے اس عظیم اسلامی انقلاب کو صحیح طور پر سمجھ سکیں اور اس کا تجزیہ

تحلیل کر سکیں ۔۔۔ اگر نہیں ۔۔۔ تو کیوں ؟

چونکہ ایران کے اس عظیم الشان انقلاب کا انحصار پورے طور پر فرد پر تھا (علماء منطق کے قول کے مطابق) اور ان غیر مسلم مبصّرین اور دانشمندوں ہی پر کیا منحصر ہے مسلمانوں نے بھی ایسا انقلاب آج تک نہ تو دیکھا تھا اور نہ ہی سُنا تھا۔ اسی لئے اس انقلاب کی تحلیل و تجزیہ اور اس کی تفسیر و توجیہہ کرنے سے قاصر ہیں۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک الٰہی معجزہ اور پروردگار کی مشیّت اور اس کا ارادہ نیز اس کے اُس وعدے کا ایفاء تھا جسے اس نے اپنی آسمانی کتاب قرآن میں کیا تھا کہ "لا یاتیہ الباطل من یدیہ ولا من خلفہ" ۔۔۔ یعنی باطل نہ تو اس کے سامنے سے آئے گا اور نہ ہی پس پشت سے ۔ اسی کتاب میں ارشاد ہوتا ہے ۔۔۔

"اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ"

یعنی اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جمائے رکھے گا ۔۔۔



انقلاب ایران کا پشت پناہ

جب ہمارا انقلاب کامیابی سے ہمکنار ہوا تو سوالات اور توضیحات کی چاروں جانب سے بوچھار ہونے لگی۔ ساری دنیا ایک دوسرے سے سوال کر رہی تھی کہ آخر ہوا کیا؟ کیا واقعہ پیش آیا؟ روداد کیا ہے؟ یہ کون ہیں؟ انقلابی کس بلاک سے احکام حاصل کر رہے ہیں؟ ان ان لوگوں کا پشت پناہ کون ہے؟

اس موقع پر ہر رسالہ اپنے اپنے نظریات بیان کر رہا تھا۔ ہر اخبار اپنے طور پر واقعہ کا تجزیہ کر رہا تھا، اگر کوئی انقلاب کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان تھا تو کوئی بدگوئی اور برائیوں کا پشتارہ لگا رہا تھا۔ کوئی کہتا کیا آج تک علماء اور مولویوں نے کہیں حکومت کی ہے؟ دوسرا کہتا: ہو سکتا ہے کہ علماء و روحانیین انقلاب کی رہنمائی کر رہے ہیں اور کامیاب ہو جائیں۔ علماء کا کام تو مسجد و محراب میں جاکر عوام کو نماز و روزہ اور دین کے جملہ اعمال بجالانے کی تلقین و ہدایت کرنا ہے۔ لیکن انھیں سیاست سے کیا غرض؟ مذہب اور سیاست تو دو الگ الگ چیزیں ہیں غرضکہ اسی قسم کے بے محل اور لوچ سوالات اور بے بنیاد اعتراضات کا ایک طوفان برپا تھا۔ یہ لوگ اس بات سے بے خبر

سے تھے کہ علماء ایران اور مذہبی افراد بھی سیاست سے واقف ہیں۔ اور ان میں استعداد و صلاحیت موجود ہے کہ ملک کا انتظام و انصرام کر سکیں۔ حالانکہ کہنا یہ چاہئے تھا کہ دین اور سیاست علٰحدہ شئے نہیں۔ دین اسلام حکومت اور انتظام مملکت کے لئے آیا تھا۔ سیاست دین کا ایک لازمی حصّہ ہے۔ علماء ایران برسہا برس سے جد و جہد کرتے آئے ہیں۔ اور اب خدائے عز و جل کے لطف و کرم اور حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی توجہات و عنایات سے کامیابی کی منزل تک پہونچے۔ اور ملت ایران کو ذلت و رسوائی، بے بسی و بے چارگی اور ظلم و ستم سے نجات دلائی۔ اور یہ لوگ بہت ہی بلند و محکم پشت و پناہ رکھتے ہیں۔ آج دنیا میں جو بھی انقلاب برپا کیا جاتا ہے۔ اسے یا تو مغربی سامراج کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے یا مشرقی سامراج (روس) کی ــــ ایران کا عظیم انقلاب بھی اپنا پشت پناہ رکھتا ہے۔ مگر وہ نہ تو مشرق ہے اور نہ ہی مغرب، اس کا پشت پناہ صرف "قرآن اور عترت" ہے، اسی پشت پناہ کے سہارے وہ انقلاب کو بخوبی سنبھال سکتا ہے، اس کا بہترین بندوبست کر سکتا ہے، تسلسل دے سکتا ہے اور جس طرح انقلاب کی پہلی چنگاری روشن کی تھی اُسے اختتام کی منزل تک بھی پہونچا دیں گے۔ انشاء اللہ ــ

علمی اصطلاح کے مطابق کسی چیز کو وجود میں لانے کا جو سبب ہوتا

ہے وہی سبب اس کی بقاء کا بھی ہوا کرتا ہے۔ یعنی وہی پشت پناہ یعنی قرآن و عترت کے ذریعہ یہ انقلاب شروع کیا گیا اور اسی الوہی تکیہ گاہ کے سہارے اس میں تسلسل قائم و برقرار رہے گا اور عوام الناس کی زندگی کا سنہرا دور بھی آئے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ افسوس اس وقت ہوتا جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کے روزنامے اور اخبارات بڑے بڑے سوالیہ نشانوں کے ساتھ سوال کرتے ہیں۔ کیا چند علماء اور روحانیں کسی ملک کا انتظام و انصرام کر سکتے ہیں؟ کیا انھوں نے سیاست کا سبق پڑھا ہے؟ کیا سیاسی امور انجام دے چکے ہیں؟ یقیناً انھیں اس قسم کے سوالات کرنے کا حق ہے۔ کیونکہ ایران میں حالات نے جو رخ اختیار کیا اور جو واقعات پیش آرہے ہیں جو کل بھی ایک حقیقت تھے اور آج بھی ہیں، انھوں نے کبھی ان واقعات و حالات کی اجازت نہیں دی تھی۔ ایسا کیوں؟ اس لئے کہ سامراجیوں نے ہمیشہ اور ہر ملک میں دین و مذہب اور روحانیت کو کچلا اور علماء و روحانیں کو مٹھی بھر تارک الدنیا افراد کی حیثیت سے روشناس کرایا۔ حالانکہ خدا کا مقدس دین اسلام صرف آخرت کی بھلائی اور بہبودی ہی کیلئے نہیں آیا بلکہ دنیا و آخرت دونوں کے لئے آیا تھا اور اپنے ماننے والوں کو دونوں کی بہتری کی جانب دعوت دی

اور دلوں کا گرویدہ بنایا تھا۔

سب سے زیادہ محکم، عظیم الشان اور زندہ دلیل ہمارا قرآن ہے، فقہی کتابیں اور نہج البلاغہ جو کسی خاص زمانے کیلئے نہیں آئی بلکہ اسلام کے احکام اور اس کے قوانین اس لئے آئے کہ ہمیشہ رہیں حکومت کریں، اور ہوگا بھی یہی، آخر میں پورے کرۂ ارض کا بند وبست اور انتظام و انصرام کرے گا۔ قرآن صرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے ہی کیلئے نہیں آیا۔ اس کے علاوہ ہماری فقہی کتابیں چند ابواب (کتابوں) کے سوا پوری کی پوری سیاست پر مشتمل ہوتی ہیں ان میں انتظامی امور کا بیان ہوتا ہے یقیناً ایک حکومت کے احکام و قوانین کا مجموعہ ہیں، نہج البلاغہ اگرچہ نام کے اعتبار سے فصیح و بلیغ خطبوں اور تقریروں کا مجموعہ ہے لیکن اس کے مضامین کا میدان انتظام سلطنت ہے، جنگ ہے، سیاست ہے، امور زندگی کی فکر و تدبیر ہے، حکومت ہے، عدل خداوندی کا قیام ہے، اور یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کا وجود مقدس، ان کا مقصد فصاحت و بلاغت نہ تھا۔

کارشناس کے بغیر قرآن کا کوئی منصوبہ اور پروگرام نہیں

اصولی طور پر ہر مکتب فکر اور ہر شعبۂ فن و علم اس وقت تک قبولیت حاصل ہی نہیں کر سکتا جب تک اس مکتب یا شعبہ کے ماہر اور کارشناس موجود نہ ہوں۔ اس سے زیادہ واضح لفظوں میں کوئی شخص اس وقت تک انجینئر بن ہی نہیں سکتا جب تک اس نے ریاضی کے کسی ماہر استاد یا کارشناس سے علم ہندسہ کی تعلیم نہ حاصل کی ہو یا کوئی شخص کسی طبی کالج میں جائے بغیر طبیب نہیں بن سکتا، یا کوئی شخص فقیہہ، فقہاء اور ماہرین علم فقہ کے بغیر فقاہت کے مرتبے تک پہونچ جائے ناممکن ہے۔ سبھی کا فرض ہے کہ جد و جہد کریں، سرگرم ہوں، ماہر فن کی تلاش کریں، ماہر کے حضور میں زانوئے ادب تہ کریں تاکہ اپنے مقصد کو حاصل کر سکیں۔ اس کے بغیر کوئی شخص اپنے مقصد کو ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔

اس دعوے کا سب سے واضح ثبوت لوگوں کا عمل ہے۔ آپ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جو لوگ علم و دانش کے متلاشی ہوتے ہیں وہ اپنی دھن میں یہ نہیں دیکھتے کہ کون سا ملک ہے؟ کس نسل کے استاد ہیں؟ اس علم و فن کے ماہرین کا کس مذہب سے تعلق ہے؟ بہر حال وہ علم و دانش حاصل کرتے ہیں، برسوں زحمتیں برداشت کرتے ہیں، رنج اٹھاتے ہیں تاکہ اس علم

یا فن میں وہ بھی مہارت کی حد تک پہونچ جائیں ۔

خداوند عالم ہمارے نحو صرف اور منطق کے استاد مرحوم حجۃ الاسلام والمسلمین حاج شیخ جعفر رشتی کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کو بخشے، وہ اکثر حوزۂ علمیہ کے طلبہ کو شوق دلانے کیلئے ایک شعر پڑھا کرتے تھے تاکہ وہ حصول تعلیم میں سرگرم رہیں، زحمت برداشت کریں ہر قسم کے رنج وآلام کو سہیں تاکہ منزل تک پہونچ جائیں وہ شعر یہ ہے

ہیچ قنادی نشد استادکار

تاکہ شاگرد شکر ریزی نشد

یعنی کوئی شکر ساز اس وقت اپنے کام میں ماہر ہو ہی نہیں سکتا جب تک اپنے آپ کو کسی شکر ریز کا شاگرد نہ بنائے ۔

یہ ایک ناقابل انکار اور تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ہر موضوع، فن، علم نظریہ، مکتب فکر اور زبان کو حاصل کرنے اور سیکھنے کے لئے کسی معلم یا استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ انسان اس میدان، فن، علم، نظریہ، مکتب فکر، قانون اور زبان سے کما حقہ، فائدہ اٹھا سکے اور اس پر عبور حاصل ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات اتنی واضح اور روشن ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل اور برہان کی احتیاج نہیں۔ بقول علماء منطق یہ ان دعووں میں سے ہے کہ (قیاسا تھا

مَعَهَا) یعنی جن کا قیاس انھیں کے ساتھ ہے ۔ اسی بنا پر ایران کا عظیم اسلامی انقلاب جس نے قرآن اور عترت کی اساس پر اپنی تحریک کا آغاز کیا۔ اور اسی اساس پر اپنی منزل تک پہونچا۔ اسی لئے یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہئے وہ حکومت اسلامی جس میں قرآنی قوانین کا اجرا ہوگا اس میں قرآن کے مکمل قوانین اور دستورات کو عملی شکل دینے کیلئے ان قوانین کے ماہروں کی مدد لینا لازمی ہے اور خانوادۂ عصمت وطہارت کے حضور میں زانوئے ادب تہہ کرنا ہوگا۔ اور قرآن کے دستورات اور قوانین کی عملی شکل دینے میں اسی خاندان کے طریقہ کار کو اپنانا ہوگا، بلکہ قرآن فہمی میں بھی انھیں کی مدد درکار ہوگی۔ ورنہ ایران کا اسلامی جمہوری ملک پاش پاش ہو کر بکھر جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پروردگار کے حکم سے ابتدائے تبلیغ ہی سے اس امر پر زور دیتے رہے جیسے سبھی راوی اور محدثین نقل کرتے آئے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مقدس نے امت اسلامیہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"اِنِّیْ مُخَلِّفٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا وَاِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ

الْحَوْض " یعنی میں اپنے پیچھے تمہارے درمیان دو بیش قیمت چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اھل بیت، جب تک تم لوگ ان دونوں چیزوں سے متمسک رہو گے میرے بعد ہرگز اور کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے اور بے شک یہ دونوں چیزیں قطعاً ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ دونوں (ساتھ ساتھ) میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گی۔

غور فرمایئے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرف "لَنْ" سے کس خوبصورتی کے ساتھ فائدہ اٹھایا ہے جس کے بارے میں علمائے ادب کا کہنا ہے "لَنْ" ہمیشہ کیلئے انکار کے موقع پر مستعمل ہوتا ہے جیسے "لَنْ تَرَانِیْ یَامُوْسٰی!" یعنی اے موسیٰ! مجھے تم کبھی بھی نہیں دیکھ سکتے ۔۔۔۔ اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قرآن اور اھلبیت میں جدائی ممکن ہی نہیں" اگر دونوں سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ ہو ہی نہیں سکتے ۔۔۔ یعنی ان دونوں کے سائے میں تمہاری زندگی کامیاب اور اس میں بہتری تمہارا مقدر ہوگا، اس روایت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اگر قرآن اور عترت کے درمیان ذرا سا بھی فاصلہ پیدا ہوا تو مسلمان سرگشتہ و حیران ہو کر راہ بھٹک جائیں گے اور پھر روئے زمین پر ان کی کوئی حکومت قائم ہی نہ ہوگی

اس دعوئی پر سب سے بڑا گواہ ماضی کی اسلامی حکومتوں کی تاریخ ہے چونکہ ان اسلامی حکومتوں کی بنیاد فرمودۂ رسولؐ کے مطابق ان دونوں اساسی چیزوں پر نہ تھی یا اگر باریک بینی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا تو اسلامی آئین و قوانین کو بروئے کار نہ لایا گیا تھا (جیسا کہ تاریخ اسلام میں شیعہ حکومتوں کو بھی دیکھا جا سکتا ہے) اس لئے وہ حکومتیں اس قابل نہ ہوئیں کہ اسلام کی خدمت کر سکیں۔ جس کے نتیجے میں صرف ایک ہی سازش کے جھٹکے میں فراموشی کے اندھے کنویں میں جا گریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ نہایت انقلابی زیرکی اور صبر و ضبط کے ساتھ، تدریجاً، ماہرین قوانین اسلام کے ذریعے، احکام اسلام اور فلسفۂ و فکر اسلام کو پورے طور پر عملی جامہ پہنایا جائے تو انشاء اللہ اس مسئلہ میں پروردگار عالم اور اس کے رسولؐ کی مرضی اور خواہش پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے گی اسی غرض اور مقصد کی تکمیل کے لئے خداوند دوجہاں نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا تھا کہ روز غدیر امیر المومنین علیہ السلام کو امت کی قیادت اور رہبری کے لئے معین فرمائے اور امت کی مرجعیت کو اپنے بعد ان کی طرف موڑ دے۔ علیؑ کی رہبری و قیادت کی تبلیغ نہ کئے جانے کی صورت میں اپنے رسولؐ کو پیش آنے والے خطرات سے خوف دلایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۵" یعنی اے رسولؐ پہونچا دے، جو کچھ کہ تیرے پروردگار کی جانب سے تجھ پر نازل کردیا گیا اور اگر نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کو پہونچایا ہی نہیں۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اس آیت مبارکہ میں تین باتوں کی نشاندہی بڑے واضح لفظوں میں کی گئی ہے اوّل تبلیغ کا حکم، دوم تہدید اور پیش آنے والے خطرات، سوم لوگوں کے شر سے پیغمبر کی حفاظت اور نگہبانی کا وعدہ۔ اگر قرآن کو ماہروں اور کارشناس افراد کی احتیاج نہ ہوتی تو خدا کا حکم دینا اور اس کے رسولؐ کا معین کرنا ایک لغو ولاطائل بات ہوتی اور بنیادی طور پر اس کا کوئی مفہوم نہ ہوتا کہ خدا علی علیہ السلام کو معین ہی نہ کرتا اور حکم ہی نہ دیتا کہ اے ہمارے رسولؐ تو بھی لوگوں کو اس تقرر سے مطلع کر دے۔

روحانیت کے اثرات

ایران کے اسلامی انقلاب پر

پوری تاریخ میں یعنی روحانیت کے بانی حضرت خلیل خدا جناب ابراہیمؑ کے عہد سے لے کر آیۃ اللہ خمینی تک مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حق کے قیام کے لئے جو بھی عوامی انقلاب برپا کیا گیا اور کامیابی سے ہمکنار ہوا اس کی قیادت اور نگرانی روحانیت ہی کے ذمہ رہتی آئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ بت شکن کے عہد سے بت شکن خمینی کے زمانہ تک پانچ ہزار کا فاصلہ پایا جاتا ہے اس طویل فاصلے کے دوران علماء وروحانیین ہی تو تھے جنہوں نے اپنے جملہ ذاتی مفادات کو قربان کرتے ہوئے سر بکف میدان جنگ میں اتر کر اپنی جان جان آفریں کے حضور میں پیش کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدّ بزرگوار ابراہیم خلیل خدا نے بے جان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا۔

حضرت ابراہیم کے جیالے سپوتوں نے چاہے وہ نسبتی اعتبار سے ان کی اولاد میں رہے ہوں یا فکری اور نظریاتی اعتبار سے علماء وروحانیین کی شکل میں اپنے جدّ کی پیروی کرتے ہوئے جاندار بتوں کو کچلتے آئے ہیں

ان کو شکست و ریخت سے دو چار کرتے آئے ہیں۔ ہر مقام اور ہر سرزمین پر ان کا تسلسل اور کھیل رہے ہیں۔ انبیاء و ائمہ علیہم السلام کے بعد علماء ہی زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ ان کا فریضہ ہے کہ بندگان خدا پر اپنے بہتر سے بہتر اثرات چھوڑیں اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا اتباع کرتے ہوئے عوام الناس کو آزادی کا درس دیں ستم پیشہ اور جفا جو افراد کے مقابلے میں سینہ تان کر کھڑے ہو جائیں تاکہ کمزوروں اور مظلوموں کے حقوق پامال نہ ہونے پائیں۔ نمارده، فراعنہ، عمالقہ، جبابرہ قیاصرہ، تبابعہ اور آخر میں سلاطین اور شہنشاہوں کے روبرو جرأت کے ساتھ کھڑے ہو کر انہیں نصیحت کریں، صحیح راستہ بتائیں، نیکیوں کی ہدایت کریں، برائی اور بدکاریوں سے روکیں اور جب لازم و واجب ہو جائے اور وہ نصیحتوں کو قبول نہ کریں تو دنیا میں فساد برپا کرنیوالے ان مفسدوں کے خلاف اعلان جنگ کر کے ان سے مقابلہ شروع کر دیں انہیں موت کے گھاٹ اتار کر نابود کر دیں۔ یہ ہے علما کا فریضہ۔ جب وہ اپنی ذمہ داری اور فریضے سے آگاہ ہو جائیں تو ایک لمحہ کی تاخیر بھی درست اور جائز نہ ہو گی۔ روحانیت خاموش ہو کر بیٹھ رہنا نہیں جانتی دم لینے پر یقین نہیں رکھتی، تھکن کے اظہار کو جائز نہیں تصور کرتی۔ حتیٰ کہ ضعیفی اور کمزوری کے عالم میں بھی اپنے فرائض پر عامل رہتی ہے

زندگی کی آخری سانس تک اس کا قلم متحرک رہتا ہے، رہنمائی کرتی رہتی ہے محراب کا بندوبست کرتی رہتی ہے منبر کو سرگرمیوں کا مرکز بنائے رہتی ہے۔

یہ راہ وروش اور طریقہ کار انبیاءؑ کا ہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عمر نازنین کی آخری گھڑیوں میں اپنے زہر سے متاثر جسم مبارک اور شدید ضعف وناتوانی کے باوجود امیر المومنین علیہ السلام اور فضل بن العباس کا سہارا لیتے ہیں بڑی زحمتوں کے ساتھ مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ بے شک انبیاء کا طریقۂ کار ایسا ہی ہوتا ہے موت سے ہمکنار ہونے تک، زندگی آخری سانس تک، چونکہ علماء اور روحانیین بھی انبیاء علیہم السلام کے مکتب کے ذمہ دار اور منصرم ہیں اس لئے روحانیت کا بھی طریقۂ کار اور لائحۂ عمل ایسا ہی ہونا چاہئے۔

ہر مقام اور ہر عہد میں روحانیت ہی نظر آئے گی

تاریخ کے مطالعے سے یہ بات پورے طور پر واضح ہو جائے گی کہ روحانیت نے اسلام اور مسلمان دونوں ہی کی عظیم اور بیش قیمت خدمات انجام دی ہے ہر جگہ روحانیت ہی پیش پیش تھی اور رہے۔ اس کا وجود ہر مقام پر ضروری ہے پیدائش کے وقت سے بلکہ کسی انسان کے وجود کی بنیاد کے وقت سے یعنی انعقاد نطفہ کے وقت سے بھی ہمیں روحانیت ہی نظر آئے گی جو احکام بیان کرتی ہے، صحیح راستے کی جانب رہنمائی کرتی ہے، یہاں تک کہ نطفہ جنین کی صورت اختیار کرتا ہے، پھر ایک انسان کی شکل میں پیدا ہوتا ہے، بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر میں، بڑھاپے میں، موت کے وقت، موت کے بعد، ہر مقام پر روحانیت موجود رہتی ہے، روحانیت کے بغیر زندگی ممکن ہی نہیں۔ اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو خدا کی قسم اعتراض ضرور کرو، کہ انبیاء کا پورا سلسلہ کیوں بھیجا گیا؟ ابراہیم کیوں خدا کے خلیل ہوئے؟ اور روحانیت کی بنیاد کیوں رکھی گئی جو آج بھی اس صورت میں موجود ہے۔ ابراہیم کے مکتب فکر کی ادارت علماء روحانیین ہی کرتے ہیں سے

اگر ایران کے اسلامی انقلاب میں روحانیت کا وجود نہ ہوتا تو آئندہ پانچ ہزار سال تک بھی انقلاب کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکتا۔ چونکہ انقلاب ایران نہ تو کوئی فوجی سازش تھا اور نہ ہی وہاں کوئی ایسی پارٹی تھی جو حالات پر قابو پانے کے قابل ہوتی یا حالات پر قابو حاصل کر سکتی۔ یہاں مسئلہ صرف شاہی نظام حکومت کے خاتمے تک محدود نہ تھا بلکہ دین و مذہب کا مسئلہ تھا کہ وہ یہ کہ شاہی نظام کا خاتمہ ہو اور قرآن کی حکومت اس کی جگہ لے۔ اور اس قسم کا انقلاب انبیاء الٰہی علیہم السلام کی مانند ہوتا ہے۔ لہٰذا روحانیت کا دخل اس میں لازمی تھا اور یہ انقلاب اسی روحانیت کی نگرانی اور ہدایت کے مطابق ہونا چاہیئے تھا۔

یہ روحانیت ہی تو تھی جس نے اپنے قلم، اپنے بیانات، اپنے محراب و منبر اور اپنے راہنمایانہ قول و عمل سے اسلام کو ایک ایک گوشہ میں پہونچایا اور دلوں میں اتار دیا۔ عوام الناس کو خدا، پیغمبر، قرآن اور اسلام سے روشناس کرایا۔ بلکہ ایران کی شیعیت علامہ حلّی کی عظیم خدمات کی مقروض ہے۔ جنہوں نے سات سو سال پہلے سلطان محمد شاہ خدا بندہ کے عہد میں ایران کی شیعیت کی بنیاد رکھی۔ روحانیت کی تاریخ دین اور بشریت کے خدمت گذاروں سے بھری ہوئی ہے۔ روحانیت کے پاس محقق حلّی ہیں۔

شیخ طوسی ہیں، خواجہ نصیر الدین طوسی ہیں۔ ابن بابویہ اور صدوق ہیں، شیخ بہائی ہیں، ابو علی سینا ہیں، شیخ کفعمی ہیں، سید عبد الحسین شرف الدین ہیں، سید محسن عاملی ہیں۔ شیخ عبد الحسین امینی صاحب "الغدیر" ہیں، اور انھیں بزرگوں کی مانند ہزاروں بزرگ ہستیاں ہیں جن کے اسمائے گرامی اور عظیم خدمات کی یہ مختصر کتاب گنجائش نہیں رکھتی۔

انھیں اور ان جیسی بزرگ ہستیوں نے اپنے قلم، اپنے بیان اور اپنے خون سے اسلامی انقلاب کے لئے صدیوں سے راہ ہموار کی۔ انصاف کیجئے، علامہ مجلسی اور انھیں جیسی ہستیوں کے کتب و آثار نے آج تک لوگوں کے دل و دماغ پر کیا نقوش چھوڑے ہیں۔ یہ کتابیں ہی تو ہیں جنھوں نے عوام کے دین اور عوام کے عقیدۂ مذہب کی ہر قسم کے انحراف سے حفاظت کرتی آئی ہیں اور انھیں بڑی پابندی کے ساتھ یاد دلاتی آئیں کہ دین و مذہب سے دوری اختیار نہ کرو۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث شریف نقل کی گئی ہے: "مِدَادُ الْعُلَمَاءِ اَفْضَلُ مِنْ دِمَاءِ الشُّهَدَاءِ" یعنی علماء کے قلم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے زیادہ فضیلت کی حامل ہوتی ہے۔ یہ صرف اس لئے ہے

کہ عالم اپنی روشنائی سے عوام کو بیدار کرتا ہے، انھیں اپنا خون بہانے پر آمادہ کرتا ہے اور شہید ہوتے ہیں۔ اس لئے علماء کی روشنائی ہی وہ چیز ہے جو اپنے پیچھے شہیدوں کا خون رکھتی ہے۔

عہد حاضر کے انھیں عباس قمی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے کیسی کیسی بیش قیمت کتابیں تالیف کی ہیں اور عوام کے ذہن، عوام کے عقیدہ، عوام کی دعا و توسل کی حفاظت کی ہے۔ ہر گھر میں ایک عباس قمی پایا جاتا ہے مفاتیح الجنان کی شکل میں ـــ خدا رحمت نازل کرے مرحوم والد معظم پر انہوں نے اس حقیر کو منبر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ شیخ عباس قمیؒ نے کس قدر عظیم کارنامہ انجام دیا ہے کہ جو تنہا زائر عتبات عالیات کی زیارت کے لئے جاتا ہے وہ اپنی بغل میں عباس قمیؒ کو دبائے رہتا ہے اس سے مراد کتاب "مفاتیح الجنان" ہے۔ کس قدر قیمت رکھتا ہے کہ اپنے قلم اور بیان سے عوام کو دین، قرآن اور اہل بیتؑ سے متمسک کر دیتا ہے۔

حقیقت میں ایران کے اسلامی انقلاب کو ایک دستر خوان سے تشبیہ دوں تو زیادہ مناسب ہوگا جس کے ہر گوشے کو علماء پکڑے ہوئے ہیں، مرجع تقلید سے لے کر امام جماعت، مصنف، مؤلف، مقرر اور خطیب تک۔

چنانچہ یہ روحانیت ہی تو ہے جو قلم بردار نظر آتی ہے، تقریر کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، جنگ میں مصروف رہتی ہے میدان قتال

میں قدم رنجہ ہوتی ہے، جہاد کا فتویٰ دیتی ہے (جیسے مرزا محمد تقی شیرازی جنہوں نے اپنے ایک جہاد کے فتوے کے ذریعے سرزمین عراق سے انگریز سامراج کو نکال باہر کیا)

مقتول پیش کرتی ہے، قربانیاں دیتی ہے، اس کے پاس شہید اول ہیں، شہید ثانی ہیں، شہید ثالث ہیں، شہید رابع ہیں، شہید خامس ہیں (آیۃ اللہ سید محمد باقر الصدر جو عراق کے ڈکٹیٹر صدام حسین کے ہاتھوں ۱۴۰۰؁ھ مطابق ۱۹۸۰؁ء میں شہید ہوئے) علامہ امینی کی کتاب "شہداء الفضیلۃ" ملاحظہ کیجئے تو آپ کو علم ہوگا کہ روحانیت نے کتنے مقتول دیئے، کیسے کیسے شہید راہ دین و عوام میں قربان کئے۔ اگر کسی زمانے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ علماء میں سے علامۂ حلّی، خواجہ نصیر الدین طوسی، ابو علی سینا اور شیخ بہائیؒ جیسے بعض علماء بادشاہوں کے دربار میں جاتے ہوئے نظر آتے ہیں تو صرف دین اور عوام کی خدمت کی غرض سے۔ ورنہ ان عظیم ہستیوں کو جاہ و حشم، مال و منال اور مقام و منصب دنیا کی کیا ضرورت تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان مردان خدا اور بزرگ ہستیوں کے لئے یہ فانی اور زائل ہو جانے والی چیزیں کوئی مفہوم نہ رکھتی تھیں۔ خواجہ نصیر الدین طوسی مراغہ میں رصدگاہ تعمیر کراتے ہیں اور جس کتب خانے کی بنیا د رکھتے ہیں اس کتاب خانے میں اس پر آشوب دور میں ۴ لاکھ کتابیں جمع

کرتے ہیں۔ جو کتابیں مغل فوج کے سپاہیوں نے بغداد، شام اور جزیرہ نمائے عرب سے لوٹی تھیں اور مختلف ممالک کے جو علماء و دانشور اور فلاسفہ مغلوں کی قتل و غارت گری کے شکار ہو کر اِدھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے تھے انھیں دعوت دیتے ہیں۔ انھیں امن و امان کی زندگی فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ علم و دانش اور دین و عوام کی خدمت کریں اور مسلمانوں اور اسلام کی نگہبانی کریں۔ سیکڑوں اونٹوں کی پشت پر قرآن ترتیب دینے کا اور ہلاکو خان کے سامنے سے گذرنے کا واقعہ کافی مشہور و معروف ہے۔

اسی طرح دوسرے علماء کا حکومت کے دربار میں جانا یا ان کا حاکم وقت کی جانب سے بلایا جانا اور پھر ان علماء کا شاہان وقت کی دعوت کو قبول کرنا یہ ساری بات صرف امّت و ملّت کی فلاح اور اس کی بہبود اور بہتری کے پیش نظر تھیں اور علم و دانش کی خدمت کی غرض سے تھی یا پھر انھوں نے بدرجۂ مجبوری بادشاہوں کی دعوت کو قبول کیا تھا۔

ہمارے ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کیا اپنے عہد کی طاغوتی قوتوں کے پنجۂ جبر و استبداد میں گرفتار نہ تھے؟ لیکن ان پُرہول لحظات میں بھی دین مقدسِ اسلام کی خدمت، قرآنی علوم کی نشر و اشاعت اور امت کی اصلاح سے ایک لمحے کیلئے بھی غافل نہ ہوئے تھے۔

امام ہشتم علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام اپنی کمالِ ناپسندیدگی کے باوجود ولی عہدی کو قبول فرماتے ہوئے آسمان کی جانب سر بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پروردگارا! میں اپنے زمانے کے طاغوت کے پنجۂ ظلم میں گرفتار ہوں بالکل ویسے ہی جیسے یوسفؑ اور دانیالؑ گرفتار ہوئے تھے"۔ ہم خدا کی اس آٹھویں حجت کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ کر سکتے ہیں؟ کیا انھوں نے جاہ و منصب اور مال دنیا کیلئے ولی عہدی قبول فرمائی تھی؟

علماء روحانیین ائمہ معصومین علیہم السلام کے نقوش قدم پر اپنے قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ ان کے اقدامات کے بارے میں دین، قرآن، اہل بیت علیہم السلام اور عامۃ المسلمین کی خدمت کے علاوہ اور کسی قسم کا شبہ نہیں کر سکتے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:

"اَلرَّادُّ عَلَیْهِمْ کَالرَّادِّ عَلَی اللّٰہِ"

یعنی جو شخص ان کے (علماء) قول کی تردید کرتا ہے گویا وہ اللہ کے قول کی تردید کرتا ہے ــــ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "مَنْ اَهَانَ عَالِمًا فَقَدْ اَهَانَنِیْ"

یعنی جس شخص نے کسی عالم کی توہین و تذلیل کی بے شک اس نے میری توہین و تذلیل کی ــ

ان تمام باتوں کے باوجود ہمیں عالم نما افراد کے وجود سے انکار نہیں۔ ایسے افراد پہلے بھی تھے اور آج بھی موجود ہیں۔ خاص طور پر ہمارے اس دور میں وہ علماء کے مقدس لباس سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور دین و مذہب کو اپنے طمانچوں کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں ــ بقول رہبر انقلاب، مجدد دین آیۃ اللہ خمینی مدظلہ اس قسم کے افراد ہرگز صف علماء میں سے نہیں ــ

یہ قصہ کافی مشہور ہے کہ مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج سید ابوالحسن اصفہانی کے زمانے میں ایک دن کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ گذشتہ شب ایک طالب علم نے چوری کی ہے۔ سید مرحومؒ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ طالب علم نے چوری کی ہے بلکہ یہ کہو کہ ایک چور طالب علم کے لباس میں آیا تھا۔ ورنہ طالب علم کبھی چوری نہیں کرتا ــ

یہی وجہ ہے کہ یہی روحانیت اپنی پیدائش کی تاریخ سے ہر صدی اور ہر زمانے میں خدمت کرتی آئی ہے اور ہر عہد میں گلہائے سرسبد کی حامل رہی جس میں ایک سے معطر اور خوشبو دار پھول موجود رہے ہے۔ ہمارے زمانے میں سرسبد روحانیت کا گل خوشرنگ و خوشبو رہبر عظیم القدر قائد انقلاب اسلامی ایران ہے

اگر قم کے مراجع تقلید ادام اللہ ظلالہم لباس مرجعیت میں (اپنے حصے کے مطابق ہر ایک نے انقلاب ایران میں) ظلم کے خلاف

قیام نہ کرتے تو انقلاب کبھی بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتا۔ اگر آیۃ اللہ خمینی دام ظلہ نے لباس مرجعیت میں انقلاب نہ برپا کیا ہوتا تو عوام کسی دوسرے کی پیروی ہرگز نہ کرتے اور انقلاب ابھی اپنے ابتدائی مرحلوں ہی میں رہتا۔ چونکہ ملت اسلامیہ مرجع تقلید کے حکم کو خدا اور رسولؐ کا حکم گردانتی ہے اور مرجع تقلید کو واجب الاطاعت جانتی اور مانتی ہے۔ اس کے قول کو امامؑ، پیغمبرؐ اور خدا تعالیٰ کا قول سمجھتی ہے اس لئے اس نے مراجع تقلید (خداوند عالم انھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے) اور رہبر عالی قدر مدظلہ کی اسی حیثیت اور اعتبار سے پیروی کی۔ اسی لئے ملت نے اپنے آپ کو قتل ہونے کیلئے پیش کیا۔ ملت کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے مقتولین شہید ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے اسلام کی جانب سے دفاع کرتے ہوئے مرجع تقلید کے حکم پر عمل کیا تھا اور پھر قتل ہو گئے تھے۔

دوسری بات جو یقیناً توجہ کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ مراجع تقلید اور تمام علماء و روحانیین جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود بھی عمل کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے عوام سے کہا کہ انقلاب برپا کرو اور ظالم و ستم پیشہ حاکم کے روبرو کھڑے ہو جاؤ تو وہ اپنے اس حکم پر عوام سے پہلے خود ہی عمل کرتے ہیں اور مجاہدین کی صف میں پیش پیش نظر آتے

ہیں ۔ان کے بال و پر بن جاتے ہیں۔ جان کی بازی لگانے والے فدا کاروں کی جماعت کے قائد دکھائی دیتے ہیں۔ علماء ہمیشہ سے عوام کے لئے نمونۂ عمل تھے اور آج بھی ہیں ۔اگر انہوں نے حکم دیا کہ زلزلہ زدگان کی مدد کرو اور سیلاب زدہ افراد کی کمک کرو تو سب سے پہلے وہ خود ہی اس مسئلے میں سبقت کرتے ہیں اور کسی چیز سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ کیا یہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ گلپائیگانی (سید محمد رضا گلپائیگانی مدظلہ) نہ تھے جنہوں نے طبس کے زلزلہ زدگان کی مدد کے لئے عوام کو آواز دی اور اپنے فرزند ارجمند حضرت حجۃ الاسلام مرحوم الحاج سید مہدی رضوان اللہ علیہ کو روانہ کیا کہ وہ بذات خود جملہ انتظامات کی نگرانی اور دیکھ بھال کریں اور تمام امور صحیح طور پر انجام پائیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا تھا؟ یہی کہ طبس پہونچنے سے پہلے ناپاک پہلوی نظام نے انھیں شہید کر دیا۔ اس کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کیلئے ان کے والد معظم آیۃ اللہ العظمیٰ آقائی گلپائیگانی مدظلہ کی سرگرمیوں میں ایک لمحے کیلئے توقف پیدا نہ ہوا ۔۔ کیا حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج سید مصطفےٰ خمینی نجف اشرف میں قتل نہیں کر دیئے گئے ؟ لیکن یہ عظیم شہادت بھی انقلاب کے عظیم القدر رہبر کے عزم و ارادے میں شمہ برابر بھی تزلزل نہ پیدا کر سکی۔ بلکہ

ان کے عظیم اقدامات اور مجاہدات کی شدت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

اس مقام تک پہونچنے کے بعد آیئے واعظوں، خطیبوں اور صاحبان منبر کی شرافت مندانہ زندگی پر ایک نظر ڈالیں۔

واعظوں، خطیبوں اور صاحبان منبر کے اثرات

روحانیت کے بال و پر اور بازوؤں میں سے ایک بازو خطباء اور صاحبان منبر ہیں۔ جو سچ پوچھئے تو اسلامی اُمت کی بولتی ہوئی زبان ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو عوام کی رہنمائی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو عوامی جماعتوں کی ہدایت کی ذمہ داری کے حامل ہیں اور جنہوں نے ایران کے عظیم اسلامی انقلاب پر مثبت، تعمیری اور ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ انھیں لوگوں نے اپنی تقریروں میں انقلاب، معنی و مفہوم انقلاب، مقصد انقلاب اور انقلاب کے نتائج کی ملت ایران کے سامنے تشریح کر کے انھیں بیدار کیا، جگایا، جھنجھوڑا۔ یہی لوگ تو تھے جنہوں نے مسجدوں، ہالوں، امامباڑوں، گھروں، اور بازاروں میں اور سڑکوں پر لوگوں کو جمع کر کے انھیں مظاہروں کے لئے آمادہ کیا، انھیں راہ پیمائی پر تیار کیا۔ رہبر انقلاب

نے اسی جماعت کو پیرس سے خطاب کیا تھا کہ تم اپنے جلسوں کو جاری رکھو، عوام کو آگاہ کرتے رہو۔ اگر مسجدوں کے دروازے بند کردیں تو اسی مقام پر، مسجد کے قریب، تبلیغ میں مشغول ہوکر، دین کی ترویج اور لوگوں کو پہلوی حکومت کے جرائم سے آگاہ کرو۔ یہی لوگ تو تھے جو زمانہ سابق سے اسلام کے احکام، قرآن کے علوم، اھل بیت کے فضائل، فداکاری وجان نثاری اور ائمہ علیہم السلام کے مقدس جہاد کو عوام کے لئے بیان کرتے آئے ہیں۔ جیسے الحاج میرزا محمد ہمدانی، الحاج سلطان، الحاج میرزا عبداللہ، نظام رشتی، الحاج محقق، حاجی مدقق، الحاج شیخ مہدی خراسانی اور انھیں جیسے ہزاروں بزرگ واعظ اور صاحبان منبر افراد ہیں جن کے تذکرے کی اس مختصر سی کتاب میں گنجائش نہیں۔

یہاں تک کہ بعض وہ افراد جنہیں روضہ خوان کے نام سے پکارا جاتا ہے انہوں نے ایران کے اسلامی انقلاب پر بہت گہرے اثرات چھوڑے ہر گھر، ہر جھونپڑے، ہر ہال اور ہر امامباڑے میں عوام کو امام علیہ السلام کے نہضت وانقلاب سے روشناس کرایا۔ عوام کے جذبات واحساسات کو حرکت میں لائے، یہاں تک کہ ایک روز جب نعرہ گونجا۔

نہضتِ ما حسینی رهبرِ ما خمینی

یعنی: ہمارا انقلاب حسینی انقلاب ہے اور ہمارے رہبر خمینی ہیں

حسینی انقلاب سے آشنا ہونے کی وجہ سے لوگ سڑکوں پر امنڈ آئے نعرے لگانے لگے، گولیاں کھانے لگے، قتل ہونے لگے ۔

ذاکروں، روضہ خوانوں اور عام انسانوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اگر روضہ خوان اپنے فرائض کو خلوص کے ساتھ ادا کرتا ہے تو اس کا مرتبہ بہت ہی بلند ہوتا ہے اور وہ دنیا و آخرت میں باعثِ افتخار اور سرمایۂ شرف ہوا کرتا ہے۔ کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص، اہل بیت عصمت وطہارت سلام اللہ علیہم اجمعین جس کی روضہ خوانی کو قبول فرمالیں ۔

مرحوم حاج میرزا عبداللہ واعظ کے وصیت نامہ میں لکھا تھا کہ میری قبر پر لکھوا دینا کہ

"یہ قبر عبداللہ روضہ خوان کی ہے"

خدا رحمت نازل کرے اسلاف پر، وہ کہا کرتے تھے ۔

"روضہ خوان ہفتواری اور ماہانہ گھر کا معلّم ہوتا ہے"

حقیقت کو پیش نظر رکھ کر بغیر کسی تعصب کے، آپ خود فیصلہ کیجئے کیا یہی لوگ وہ نہیں جو تہران کے مشرق و مغرب اور شمال اور دوسرے شہروں کے ہر گلی، ہر کوچے، گھر میں جاتے ہیں اور ہر جگہ لوگوں کے سامنے خاندان رسالت کے قیام و انقلاب اور فضائل کے کسی نہ کسی حصہ کو بیان کرتے ہیں ؟ کیا یہی وہ لوگ نہیں جو شہیدوں کے سردار حسین بن علی

علیہا السلام کی فداکاریوں کی ہر مقام پر مجلس اور اہل مجلس کے ظرف اور وقت کی مناسبت سے تصویر کشی کیا کرتے ہیں؟

البتہ ایک بار ہم پھر کہیں گے جیساکہ سابق فصل میں کہہ چکے ہیں کہ علماء نما افراد سے انکار نہیں کرتے، یہاں بھی ہم وہی کہتے ہیں کہ بعض افراد ایسے ہیں جو روضہ خوانوں کے لباس سے، اس بلند رتبہ جگہ یعنی منبر سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور صاحبان منبر اور دین پر طمانچہ لگاتے اور انھیں نقصان پہونچاتے ہیں۔ ناجائز فائدہ اٹھائے جانے کا مسئلہ تو ہر صنف میں پایا جاتا ہے۔ کیا کچھ لوگ ایسے نہیں گذرے جنہوں نے پیغمبری اور معجزے کا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو لوگوں کے درمیان انبیاء کے نام سے روشناس کرایا۔ لیکن زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا کہ انھیں سخت رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ البتہ ان کی ان ناشائستہ حرکتوں سے انبیاء علیہم السلام کی شخصیتوں پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ بالکل اسی طرح واعظوں اور صاحبان منبر میں سے بعض ایسے افراد پہچان لئے گئے ہیں اور جس طرح مصنوعی علماء کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی طرح اس قسم کے افراد کا واعظوں اور صاحبان منبر سے کوئی رابطہ نہیں۔

یہ واعظوں اور صاحبان منبر ہی کی جماعت تھی جس نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں، طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کی گئی، اہل و عیال سے جدا کی گئی،

ہر قسم کی اہانت وتذلیل اور ناروا سلوک کا سامنا کیا، یہ ساری مصیبتیں، آلام اور سختیاں کس کے لئے تھیں؟ دین، قرآن، مذہب اور ایران کی ملّتِ مسلمان کے لئے۔

جو نعمتیں خداوند عالم نے واعظوں اور اہل منبر کو عطا کیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر قسم کے موضوع اور ہر قسم کے لوگوں میں تبلیغ و تقریر کر سکتے ہیں۔ بعض جوانوں، اساتذہ اور روشن فکر افراد کے لیے، کچھ لوگ عوام اور ان پڑھ لوگوں کیلئے غرض کہ تمامی افراد کیلئے۔ اور خدا کی اس عطا کردہ نعمت کے ذریعہ آج بھی اس قابل ہیں کہ عوام کے ہر طبقے پر اپنا اثر ڈال سکتے ہیں اور انھیں احکام قرآن، علوم اسلامی اور خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب سے آگاہ اور باخبر کر سکتے ہیں۔



ایران کے اسلامی انقلاب پر
شعراء اور مدّاحان آل محمدؐ کے اثرات

اس فصل کے آغاز میں سب سے پہلے ان روایات سے باخبر ہوں جو شعراء اور مدّاحان آل محمد علیہم السلام کے بارے میں خاندان عصمت وطہارت سے مروی ہیں اوران ذوات مقدسہ نے ہدیہ کے طور پر کمی کیلئے معذرت خواہ ہوتے ہوئے جو انعامات اور اموال ان شعراء ومدّاحوں کو ان کی مدح اور مرثیہ گوئی کے مقابل میں دیا ہے ان کا تذکرہ کریں گے۔

۱۔ کمیت شاعر صادق آل محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میں نے چند اشعار آپ اہل بیت کی شان میں کہے ہیں کیا اجازت ہے کہ انہیں پڑھوں؟

حضرتؑ نے فرمایا: پڑھو، کمیت پڑھنا شروع کرتے ہیں (ہم اختصار کے پیش نظر ان اشعار کو یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں) حضرت امام صادق علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور کسی مخدّرہ کی بھی پسِ پردہ سے گریہ کی آواز سنائی دی۔ حضرتؑ نے گریہ کے عالم میں فرمایا: جو شخص

ہمیں یاد رکھے گا اور ہماری مصیبتوں کو یاد کرے گا یا جس کے سامنے میری مصیبتیں بیان ہوں گی اور اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئیں گے چاہے مچھر کے ایک پَر کے برابر ہی وہ آنسو کیوں نہ ہو۔ خداوند عالم اس کیلئے بہشت میں ایک گھر بنائے گا اور وہ آنسو اس شخص اور آتش جہنم کے درمیان ایک حجاب اور مانع بن جائے گا۔" (الکنیٰ والالقاب حصّہ اول عباس قمیؒ)

۲۔ ابو نواس شاعر امام ہشتم حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر چند اشعار پڑھتا ہے جس میں کا پہلا شعر یہ ہے ؎

"مطہرون نقیات جُیُوبِہِم
تَجْرِی الصَّلَاۃُ عَلَیْہِمِ اَیْنَمَا ذُکِرُوْا

یعنی: ان کی ذوات مقدسہ پاک و پاکیزہ اور ان کے دامن طیّب و طاہر ہیں۔ ان کا ذکر جہاں بھی کیا جاتا ہے ان کیلئے درود و سلام لبوں پر جاری ہو جاتے ہیں

حضرتؑ نے اس سے فرمایا: تو نے ایسے اشعار کہے ہیں کہ آج تک کسی نے بھی نہیں کہے اس کے بعد حضرتؑ اپنے غلام کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: میرے اخراجات میں سے کچھ تیرے پاس ہے؟ غلام نے عرض کی: تین ہزار دینار۔ آپ نے فرمایا: اس رقم کو ابو نواس کے حوالے کر دو اور پھر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کو بھی اُسے دیدو۔

(الکنیٰ والالقاب شیخ عباس قمیؒ)

۳۔ حضرت رضا سلام اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص ہمیں یاد کرکے رو دیگا یا رونے والے کی صورت بنائے گا تو اس کی آنکھیں اس دن گریہ کناں نہ ہوں گی جس دن ساری آنکھیں رو رہی ہوں گی ___ قیامت کے دن ___ اور جو شخص کسی ایسی مجلس میں شریک ہوگا جہاں ہماری تعلیمات اور ولایت کا بیان ہوگا تو اس کا دل اس دن مُردہ نہ ہوگا جس دن سارے دل مُردہ ہوں گے۔

(حدیث از بحار الانوار)

۴ ___ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے فضیل سے ارشاد فرمایا: اے فضیل! کیا تم ایسی مجلس منعقد کرتے ہو جن میں ہمارا تذکرہ ہوتا ہے؟ فضیل نے عرض کی: بے شک، آپ پر قربان ہو جاؤں۔ حضرت نے فرمایا: ان مجلسوں کو میں زیادہ محبوب رکھتا ہوں اے فضیل! خدا رحمت نازل کرے اس شخص پر جو ہمارے امر کو زندہ کرتا ہے۔ اے فضیل! جو شخص ہماری مصیبتوں کو یاد کرتا ہے یا جب ہمارے مصائب اس کے سامنے بیان کئے جاتے ہیں اور اس کی آنکھوں میں مکھی یا مچھر کے پروں کے برابر بھی آنسو آجاتے ہیں تو خداوند عالم اس کے گناہوں کو بخش دے گا چاہے سطح سمندر کے برابر اس کے گناہ ہوں۔ (بحار الانوار)

۵ ___ جعفر بن عفان نامی ایک شاعر امام صادق علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوئے حضرتؑ نے بہت زیادہ ان کی تعظیم و تکریم فرمائی اور انھیں

اپنے قریب جگہ دی اور فرمایا: اے جعفر! میں نے سنا ہے کہ تم امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اشعار کہتے ہو۔ جعفر بن عفان نے عرض کی۔ آپ پر قربان ہو جاؤں، ایسا ہی ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: پھر پڑھو۔ شاعر کا بیان ہے کہ میں نے پڑھنا شروع کیا، حضرت اور ان کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں اور دیگر حاضرین مجلس نے گریہ شروع کر دیا۔ حضرت اس قدر روئے کہ آپ کا چہرہ اور آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا: اے جعفر! خدا کی قسم، میں نے دیکھا کہ بارگاہ خداوندی کے مقرّب فرشتے بھی سنکر گریہ کر رہے ہیں۔ اس وقت خداوند عالم نے تجھ پر بہشت واجب قرار دیا اور تیرے گناہوں کو بخش دیا۔ حضرت نے مزید فرمایا: کیا تو پسند کرے گا کہ تیرے لئے کچھ اور کہوں؟ میں نے عرض کی: بے شک، اے میرے سید و سردار! امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر ایک شعر بھی نظم کرتا ہے اور روتا ہے یا دوسروں کو رلاتا ہے تو خداوند عالم اس پر بہشت واجب کر دیتا ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (بحار الانوار)

۶۔ ابو ہارون نابینا کا بیان ہے کہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا: امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اشعار پڑھو۔ میں نے یہ اشعار پڑھے۔

أُمْرُرْ عَلَىٰ جَدَثِ الحسین
وَقُلْ لِأَعْظُمِهِ الزَّكِيَّةْ

یعنی: قبر حسین بن علی علیہما السلام پر گذر د تو ان کی پاکیزہ استخوانوں سے کہو
حضرت گریہ فرمانے لگے، میں خاموش ہوگیا۔ پھر امام نے فرمایا پڑھتے رہو میں نے
پڑھنا شروع کیا ؎

یَا أَعْظُمًا لَا زِلْتِ مِنْ
وَطْفَاءِ سَاكِبَةٍ رَوِيَّةٍ

یعنی: اے طاہر و مطہر استخوانو! تم ہمیشہ برستے ہوئے بادلوں سے سیراب ہوتی رہو،
یہاں تک کہ میں نے آخری شعر تک پڑھا۔ حضرت نے فرمایا: پھر پڑھو ــ دوسرے
اشعار ــ شاعر کا بیان ہے کہ میں نے یہ شعر پڑھا ؎

یَا مَرْيَمُ قُوْمِيْ وَانْدُبِيْ مَوْلَاكِ
وَعَلَى الْحُسَيْنِ فَاَسْعِدِيْ بِبُكَاكِ

یعنی: اے مریم اٹھو اور اپنے آقا پر گریہ کرو۔ اور حسین پر گریہ کرنے میں نصرت کرو
حضرت دوبارہ رونے لگے۔ مخدرات پردے کے پیچھے ڈھاڑیں مار مار کر
رو رہی تھیں ــ جب سب خاموش ہوئے تو حضرت صادق علیہ السلام
نے فرمایا: "جو شخص امام حسین علیہ السلام کی شان میں کوئی شعر پڑھے
اور دس آدمیوں کو رلائے تو اس کی جزا بہشت ہے۔ اُس کے بعد

حضرت ایک ایک عدد کم کرتے رہے، اگر نو آدمیوں کو، اگر آٹھ آدمیوں کو، اسی ترتیب سے یہاں تک کہ اگر ایک آدمی کو رُلائے تو اس کیلئے بہشت ہے۔

(بحارالانوار)

غرضکہ درج بالا چھ مقامات کے علاوہ بھی اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں اور روایتیں ہیں جن کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ جن کے مطالعہ کیلئے احادیث کی کتابوں کی جانب رجوع کیا جائے۔ البتہ درج بالا روایات سے اہل بیت علیہم السلام کی نگاہ پُر عدالت میں شاعر اور مدّاح کا مقام روز روشن کی کی طرح مکمل طور پر واضح ہو جاتا ہے۔

ہمارے عزیز وطن ایران میں ہزاروں کی تعداد میں شاعر اور مدّاح موجود ہیں۔ حقیر کی اطلاع کے مطابق صرف تہران میں تقریباً ۱۸۰۰ مدّاح موجود ہیں یہ ضرور ہے کہ ان میں شاعر بھی ہیں۔ آل محمد علیہم السلام کی مدح اور رثاء میں جن کے اشعار ایک ایک گھر اور ایک ایک کاشانے میں موجود ہیں۔ اور جنہوں نے عوام کے اسلامی جذبات اور دینی احساسات کو متحرک اور بیدار کر دیا۔ یہ بات سبھی کے علم میں ہے کہ شعر انسان کے دل پر کس قدر اثر ڈالتے ہیں اور جو کام اشعار کر جاتے ہیں وہ نثر ہرگز انجام نہیں دے سکتی۔ کیونکہ شعر انسان کی فطرت و طبیعت میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔ شعر لوگوں میں حرکت و تلاطم برپا کر دیتا ہے۔ اسی لئے تاریخ میں

واقعہ ملتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے بشر شاعر سے فرمایا، مدینہ جاؤ اور اپنے اشعار کے ذریعہ اہل مدینہ کو خبر دو کہ ہم اپنے وطن لوٹے ہیں۔ یہیں سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عوام کے جذبات و احساسات میں ہیجان برپا کرنے اور تلاطم پیدا کرنے میں شعراء کا زبردست حصہ ہوتا ہے۔ اسی لئے بشر مدینے کی سڑکوں پر اور کوچوں میں بہ آواز بلند پڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

"یَا اَهْلَ یَثْرِبَ لَا مَقَامَ لَکُمْ بِهَا"

بشر کی یہ صدا لوگوں کو گلیوں، کوچوں اور سڑکوں پر کھینچ لاتی ہے اور سبھی مسجد نبوی کی جانب تیز قدم جاتے ہوئے نظر آتے ہیں بشر مسجد میں جاتا ہے اپنے اشعار کو پورا کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"قُتِلَ الْحُسَیْنُ فَاَدْمُعِیْ مِدْرَارُ
اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِکَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ"

اے مدینے والو! اب یہ جگہ تمہارے رہنے کے لائق نہیں۔ حسین قتل کر دیئے گئے پس مسلسل اشک افشانی کرتے رہو۔

"وَالرَّأْسُ مِنْهُ عَلَی الْقَنَاةِ یُدَارُ"

ان کا جسم پاک ارض کربلا پر خون میں ڈوبا پڑا ہوا تھا اور سر مبارک نوک نیزہ پر دیار بہ دیار پھرایا گیا۔

امام سجادؑ کے حکم سے انہیں دو شعروں نے مدینہ کو دگرگوں اور منقلب کر دیا۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اشعار جذبات کو حرکت میں لاتے ہیں جوش و خروش پیدا کر دیتے ہیں۔ جس کے باعث انسان انقلاب و قیام پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ سماج میں شعراء اور مدّاحوں کا اثر و نفوذ اور عوام کو انقلاب کے لئے آمادہ کرنے میں ان کا بہت حصّہ ہے۔ اس دعویٰ کا ثبوت انقلاب کے آخری دنوں میں روز روشن کی طرح واضح اور صاف نظر آتا ہے۔ یہی مداح ایک ایک گھر میں امام حسین علیہ السلام کی شان میں کہے گئے اشعار پڑھتے تھے۔ اس کے بعد انھیں مدحیہ اشعار کے ذریعہ رہبر انقلاب کی شخصیت، ان کی آرزوؤں اور آخر میں ان پر ڈھائے جانے والے مظالم سناتے۔ اور آیۃ اللہ خمینی اور امام حسین علیہ السلام کے عظیم قیام کے درمیان ربط کو ظاہر کرتے۔

آج بھی یعنی انقلاب کے بعد ہر جگہ عوام کو خبردار کرتے رہتے ہیں کہ انقلاب کے ماحصل سے غافل نہ ہوں اپنے انقلابی صبر کی حفاظت کرتے رہیں اور رہبر انقلاب کی پیروی سے دست بردار نہ ہوں۔

اب آیئے چند اشعار اور نعرے پڑھیں اور دیکھیں کہ ان اشعار اور نعروں نے عوام کے مجمع، مظاہروں اور جلوسوں پر کتنا زبردست اثر ڈالا اور کتنا اہم رول ادا کیا تھا۔

بشنو از من اے بشر ایں نکتۂ دل خواہ را
تا دھی در زندگی تشخیص راہ و چاہ را

اے لوگو! مجھ سے ایک چاہت کا نکتہ سنو آخر کب تک اپنی زندگی میں راستے اور کنویں کی تشخیص کرتے رہو گے۔

چشم حق بیں باز کن اے غافل از خشم خدا
تا بہ چشم فرد بینی قدرت اللہ را

اپنی حق دیکھنے والی آنکھیں کھول دے وہ شخص جو خدا کے غضب سے غافل ہے کب تک تو اللہ کی قدرت کو ایک فرد کی آنکھوں سے دیکھے گا۔

نا توانی در مسیر زندگی آگاہ باش
زانکہ خالق دوست دارد بندۂ آگاہ را

تاکہ تو زندگی کے سفر میں ایک مرد آگاہ ہونے کے قابل ہو جائے کیونکہ اللہ اپنے بندۂ آگاہ کو دوست رکھتا ہے۔

بہر ہر فرعون موسائی بود مامور حق
تا بجائی خود نشاند ظالم خود خواہ را

ہر فرعون کے واسطے حق کی جانب سے ایک موسیٰ مقرر کیا گیا ہے تاکہ وہ مطلب پرست اور خود غرض ظالم کو ہٹا کر اس کی جگہ لے لے۔

ہیچ میدانی چرا از کشور ما شاہ رفت

شیر چوں آید فراری می دہد روباہ را

کیا تو جانتا ہے کہ ہمارے ملک سے شاہ کیوں فرار کر گیا کیونکہ جب شیر آتا ہے تو لومڑی بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔

کاخ استبداد را با خاک یکساں می کند

گر کند تبدیل بر فریاد انساں آہ را

ہمارا رہبر عالی قدر اگر آہوں کو انسانوں کی گرج میں بدل دے تو ظلم و جبر کے محل کو مٹی میں ملا دیتا ہے

دیدی آخر دست قدرت کرد با یک اتحاد

جاگزین حزب رسوا خیر حزب اللہ را

تم نے دیکھ ہی لیا کہ ملت کے اتحاد کو اتنی قوت دیدی کہ ذلیل و رسوا گروہ کی جگہ پہ خدا کی بہترین جماعت کو بٹھا دیا

رہبر ما خمینی نہضت ما حسینی

ہمارا رہبر خمینی ہے اور ہمارا انقلاب حسینی انقلاب ہے

وائے اگر خمینی حکم جہادم دہد توپ و مسلسل نتواند کہ جوابم دہد

ہائے افسوس، اگر خمینی ہم کو جہاد کا حکم دیدیں تو توپوں اور مشین گنوں میں اتنی طاقت نہیں کہ ہمارا مقابلہ کر سکیں۔

(انقلابی ترین مرد جہان است آیۃ اللہ خمینی
رهبر آزادگان است آیۃ اللہ خمینی)

دنیا میں سب سے زیادہ انقلابی شخصیت آیۃ اللہ خمینی کی ہے، آزادی پرستوں کے رہبر و راہنما آیۃ اللہ خمینی ہیں۔

او فرستادۂ صاحب زمان است آیۃ اللہ خمینی

امام زمانہ علیہ السلام کے فرستادہ آیۃ اللہ خمینی ہیں

ما ہمہ سرباز توئیم خمینی   گوش بفرمان، توئیم خمینی

اے خمینی! ہم سب تمہارے سپاہی ہیں۔ اور تمہارے حکم پر گوش بر آواز ہیں

فرماندۂ کل قوای خمینی   ہوائی و دریائی و زمینی

اے خمینی تم ہوائی، بحری اور زمینی سبھی فوجوں کے سپہ سالار ہو

درود بر خمینی بت شکن   مرگ برایں یزید قانون شکن

خمینی بت شکن پر سلام ہو۔ اور یہ قانون شکن یزید (شاہ) مردہ باد

جس دن رہبر انقلاب کی پرواز میں تاخیر ہوئی

خمینی خمینی قلب ما باند فرودگاہ تو

بمیرد بمیرد دشمن خونخوار تو

خمینی خمینی ہمارے دل تیری طیران گاہ کے محافظ ہیں۔ تیرا خونخوار دشمن مردہ باد۔

پرواز انقلابی انجام باید گردد ؛ جمہوری اسلامی ایجاد باید گردد

(خدا کرے) تیری انقلابی پرواز منزل تکمیل کو پہونچے اور جمہوری اسلامی کا قیام رو بہ عمل آئے۔

سحر می شہ سحر می شہ سیاہیہا بدر می شہ

صبح ہوگی صبح ہوگی اندھیرے دور ہو کر رہیں گے

نخواب آرام تو یک لحظہ کہ خون خلق ھدر میشہ

ایک لمحے کیلئے بھی چین کی نیند نہ سوؤ۔ ورنہ عوام کا خون رائیگاں جائے گا۔

بگفتۂ خمینی ایں آخریں پیام است
نیکو ترین سرمشق مکتب ما قیام است

خمینی کے قول کے مطابق یہ آخری پیام ہے۔ کہ ہمارے مکتب کی بہترین مشق انقلاب ہے

بشاہ خائن بگو دین خدا جاویداست
رژیم او رژیم او پوشالی یزیداست

شاہ خائن سے کہہ دو کہ خدا کا دین ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور اس کی حکومت یزیدی حکومت کی مانند چند روزہ ہے۔

کار او تمام است خمینی امام است
نصر من اللہ نصر من اللہ

اس کا (شاہ کا) خاتمہ ہونے والا ہے اور خمینی ہمارا رہبر و پیشوا ہے۔

اللہ کی جانب سے نصرت ہو رہی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ اشعار اور نعرے کس قدر امید بخش ہیں اور باہمی روابط، اشتراک عمل اور اتحاد کے احساسات میں شدت پیدا کرتے ہیں۔ اور جذبات کو حرکت میں لاتے ہیں۔

گرچہ در ظاہر رواج دیں شعار پہلوی است
لیک در باطن خزاں دیں بہار پہلوی است

اگرچہ ظاہر میں پہلوی کا نعرہ دین کی اشاعت کا ہے۔ لیکن باطن میں پہلوی کی بہار دین کی خزاں رسیدگی میں ہے۔

آبادان کے رکس سینما میں آتشزدگی کے موقع پر مٹی کا تیل اور پٹرول بند کر دیا گیا تاکہ عوام پر اس کے ذریعے دباؤ ڈالا جائے۔ لیکن خداوند کریم نے ایسا نہیں ہونے دیا۔

جسم صدہا تن در آتش سوختن
نیست کار ہیچ کس ایں کار کار پہلوی است

سیکڑوں افراد کے جسم کا آگ میں جل کر خاکستر ہو جانا۔ کسی اور کا کام نہیں بلکہ یہ پہلوی کا کام ہے۔

ہست تنہا رمز پیروزی ناہمبستگی
نہضت ما رابود راز بقا ہمبستگی

ہماری کامیابی کا واحد راز ہمارا اتحاد ہے اور ہمارے انقلاب کے بقا کا راز ہمارا اتحاد ہے ۔

نفت را گر بست دولت بر رخ ما می کند
با نسیم گرم خود با ما ہوا ہمبستگی

اگرچہ حکومت نے تیل دینا بند کر دیا ہے لیکن ہمارا اتحاد اپنی نسیم گرم سے ہمیں ہوا دے رہا ہے ۔

می کند فصل زمستان را مبدل بر بہار
بلکہ با مستضعفین دارد خدا ہم بستگی

ٹھٹھرا دینے والے سردی کے موسم کو فصل بہاری میں بدل دیا گویا خدا کی عنایتیں مظلوموں سے متحد ہو گئی ہیں ۔

(ظلم وستم کے تحت رہ کر ہم زندگی نہ گذاریں گے)

زیر بار ستم نمی کنیم زندگی
جان فدا می کنیم در راہ آزادگی

ہم ظلم کے سائے میں رہ کر زندگی نہ گذاریں گے ۔ آزادی کی راہ میں اپنی جان نثار کر دیں گے

زیر رد می کنیم سلطنت پہلوی
مرگ بر شاہ ، مرگ بر شاہ

ہم سلطنت پہلوی کا خاتمہ کر کے ہی دم لیں گے۔ شاہ مردہ باد، شاہ مردہ باد

(رہبر انقلاب کی نصرت اور ہمدردی میں مسلح جنگ)

اگر بکشتار خلق ادامہ دھد این شاہ

جنگ مسلحانہ بیاری روح اللہ

اگر یہ شاہ عوام کے قتل عام کا سلسلہ جاری رکھے گا تو ہم روح اللہ خمینی کی مدد سے مسلح ہو کر جنگ کریں گے۔

شاہ را سرنگوں سلطنت واژگوں

مرگ بر شاہ، مرگ بر شاہ، مرگ بر شاہ، مرگ بر شاہ

شاہ کی سلطنت کا خاتمہ کر کے ایران کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے گا شاہ مردہ باد شاہ مردہ باد، شاہ مردہ باد، شاہ مردہ باد

اب آیئے آنسو بہایئں اور پڑھیں جس طرح مظاہرات اور راستوں پر مارچ کے وقت مظاہرہ کرنے والے دونوں جانب کھڑے ہوئے عوام، نعروں سے اس قدر متاثر ہو جاتے تھے کہ گریہ و بکا کرتے ہوئے دستہ دستہ مظاہرہ کرنے والوں کی جماعت میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔

حفظ من مادر حفظ قرآن است

جای من بنگر کنج زندان است

حفاظت قرآن حفظ کرنے میں ہے اور میری جگہ دیکھ گوشۂ زندان میں ہے

از بس شکنجہ دیدہ ام جانم بلب آمد
پس بکن شیر ت حلالم چو اجل آمد

اس قدر اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ جان لبوں پر آجاتی ہے اس لئے جب موت آجائے تو اے ماں میرا دودھ بخش دینا ۔

اے شہید حق آیم بسویت
بہشت موعود در پیش رویت

اے حق کی راہ میں شہید ہونے والے میں تیری جانب آرہا ہوں اور جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ تیرے سامنے ہے ۔

مادر ندیدہ خیر تو آہ و واویلا
پدر نشستہ سوگ تو آہ و اویلا

ماں نے مجھے پروان چڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہائے افسوس باپ تیرے غم میں بیٹھا ہوا ہے ہائے افسوس

ای شاہ خائن آوارہ کردی
کشور مان را ویرانہ کردی

اے خائن شاہ تو نے وطن کے نوجوانوں کو قتل کیا ہزاروں کو کفن میں لپیٹ کر رکھ دیا ۔

———— ⁘ ————

جنایت پہلوی باوج خود رسیدہ

جوانان وطن را بخاک وخون کشیدہ

پہلوی جرائم اپنی آخری حدوں تک پہونچ گئے ہیں وطن کے نوجوانوں کو خاک و خون میں غلطاں کرکے رکھ دیا ہے ۔

دین پایندہ باد خمینی زندہ باد

مرگ بر شاہ، مرگ بر شاہ، مرگ بر شاہ، مرگ بر شاہ

دین زندہ باد خمینی زندہ باد۔ شاہ مردہ باد، شاہ مردہ باد، شاہ مردہ باد

انقلاب ما بود از انقلابت یا حسینؑ

نہضت ایران بود ھم چون قیامت یا حسینؑ

اے حسین مظلوم! ہمارا انقلاب تمہارے ہی انقلاب سے ماخوذ، ایران کا انقلاب قیامت کی مانند ہے ۔

انقلاب ما بود یک انقلاب مردمی

پیروان انقلاب از پیروانت یا حسینؑ

ہمارا انقلاب ایک عوامی انقلاب ہے اے حسینؑ اس انقلاب کے پیرو آپ ہی کے پیرو ہیں ۔

رہبر ما بود تو اے سبط خیر المرسلین

نقشہ ہائے او بود از نقشہ ہایت یا حسینؑ

اے رسولوں میں بہترین رسول کے نواسے! ہمارا رہبر آپ ہی کا فرزند ہے اس کے انقلابی منصوبے تیرے ہی منصوبوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔

بہر ہر برنامہ پیروی دارد آن مرد خردمند، یک نمونہ از قیام کربلایت یا حسینؑ

وہ مرد دانشور ہر اقدام کے لئے آپ کے انقلاب کربلا سے نمونہ لیتا ہے۔

قاطعیت تن بہ بار ذلت و ظلم و ستم
ارنداده چون نی جدّ کبارش یا حسینؑ

جو طے کر لیا وہ کر لیا، ذلت و رسوائی اور ظلم و ستم کے سامنے سپر انداختہ نہیں ہوا کیونکہ آپ جیسا اس کا جد ہے۔

دید روشن، فکر عالی ماشد از اوصاف او
قوۂ قلبش کمالی از کمالت یا حسینؑ

روشن نظر، بلند فکر اس کے اوصاف میں سے ہیں اس کے قلب کی انتہائی قوت آپ ہی کے کمال سے ماخوذ ہے۔

مردم ما پیروی دارند ازیں مرد حق
دارند امید کمک از آن سخاوت یا حسینؑ

ہمارے عوام اس مرد حق پرست کی پیروی کرتے ہوئے آپ کی سخاوت سے مدد کی امید رکھتے ہیں

بہر حفظ انقلاب کشور ایران زمین

باید استمداد جوئی از خدایت یا حسینؑ

ملک ایران کی سرزمین کے انقلاب کی حفاظت کیلئے اے حسین آپ کے خدا سے مدد کے طالب ہیں ـ

کن تو یاری از خمینی سرد ر آزادگان

بین کہ جان دارہ بکف بہر ولایت یا حسین

اے حسین، آزادی پرستوں کے سردار خمینی کی مدد کیجیے، دیکھئے تو آپ محبت کیلئے ہتھیلی پر جان لئے ہوئے ہیں

امروز پرچمدار ما خمینی است

قیام او چون نہضت حسینی است

آج ہمارا علمدار خمینی ہے اس کا قیام حسینی انقلاب کی مانند ہے ـ

فقیہ و اعلم است

زعیم الاعظم است

خمینی فقیہ اور اعلم وقت ہیں وہ سب سے بڑے سربراہ ہیں

چشم و چراغ شیعیان است

نائب صاحب الزمان است

شیعوں کے چشم چراغ ہیں اور امام زمانہ علیہ السلام کے نائب ہیں

دینِ خدارا حافظ و حامی است

مجری جمہوری اسلامی است

خدا کے دین کے حامی اور محافظ ہیں اور جمہوری اسلام کا قیام عمل میں لانیوالے ہیں

نوگل بوتراب نمودہ انقلاب

ابوتراب کے فرزند نے انقلاب برپا کیا ہے

زبعد پور حسن عسکری

جہاں ندیدۂ ایں چنین رہبری

امام حسن عسکریؑ کے فرزند کے بعد دنیا نے ایسا رہبر نہیں دیکھا ۔

وارث انبیاء است پور خیرالنساء است

انبیاء علیہم السلام کا وارث ہے ۔ فاطمہ زہراؑ کا فرزند ہے

چشم و چراغ شیعیان است

نائب صاحب الزمان است

چوں کہ جنایت راہ دین بہ بستہ

مرجع ما سکوت را شکستہ

چونکہ گناہ نے دین کی راہیں بند کر دی ہیں اس لئے ہمارے مرجع سے خاموشی ترک کر دی

ندارد واہمہ زادہ فاطمہؑ

اس میں قطعاً شک نہیں کہ فاطمہؑ زہرا کے فرزند ہیں

چشم و چراغ شیعیان است

نائب صاحب الزمان ماست

پروردگارا بنما یارئیش ہ بجان زہرا کن نگہداریش

پروردگارا اس کی نصرت کر ، جناب فاطمہ کی جان کی حفاظت فرما

نسل یاسین بود حافظ دین بود

نسل پیغمبرؐ سے ہیں اور دین کے محافظ ہیں

چشم چراغ شیعیان است

نائب صاحب الزمان است

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ اشعار اور نعرے اور اسی قسم کے دوسرے اشعار اور نعرے جو اس کتاب میں درج نہیں کئے گئے کس قدر معاشرے پر اثر انداز ہوتے اور ان ستم رسیدہ افراد پر جنہوں نے اپنے دل و جان سے عزیز آدمیوں کی قربانیاں دیں انہیں شعرا اور مداحوں کا اثر تھا ۔ جو اشعار یا تقریریں انھوں نے سڑکوں پر، گھروں میں،

کوچوں میں، امام باڑوں میں، بازاروں میں، قبرستانوں میں غرضکہ کسی مقام پڑھ سکیں۔ البتہ ہم ایک بار پھر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں، جس طرح ہم نے روحانیت اور واعظوں کی فصل میں اعتراف کیا تھا کہ جن چند لوگوں نے اس لباس اور وضع وقطع میں اور مقام منصب سے ناجائز فائدہ اٹھایا وہ روحانی نہ تھے۔ یہ لوگ واعظوں اور اہل منبر کی صف سے خارج ہیں۔ اس مقام پر ہم یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ کچھ گنے چنے افراد نے شاعری اور مدح اہل بیت علیہم السلام سے ناجائز فائدہ بھی اٹھایا۔ لیکن ان لوگوں کا تعلق نہ شعراء کے گروہ سے تھا اور نہ ہی مداحوں کی جماعت سے تھا۔

رہبر انقلاب کی سوانح حیات

ایمانِ راسخ اور عقیدۂ کامل

جن لوگوں کا رہبر انقلاب سے براہ راست اور بغیر کسی واسطے کے برسہابرس سے رابطہ رہا ہے میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان سے کسب فیض کرکے ایک عظیم شخصیت کے حامل ہو گئے ہیں۔ میں نے لوگوں سے بار بار یہی سنا ہے کہ یہ عظیم الشان قائد ہمیشہ سے راسخ الایمان اور عقیدۂ کامل کا مالک رہا ہے اور ہمیشہ حق اور عدل و انصاف کا ساتھ دیتا آیا ہے۔ اُسے کوئی چیز بھی حق و حقیقت اور صراط مستقیم سے ہٹا نہیں سکی ۔ جوانی کی ابتدائی منزلوں اور عنفوان شباب سے عدل و انصاف کے ہر پہلو کو بروئے کار لاتا رہا ۔

مرجعیت کے اعلیٰ و ارفع مقام تک پہونچنے میں واقعاً ان کی زندگی کے دن ایک حساس ترین اور ذمہ دار فقیہ کی طرح گذرے ۔ اور بڑے اعتماد اور ذمہ داری کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بڑے سے بڑے امتحان اور بڑی سے بڑی آزمائش کے موقع پر بھی اس عظیم المرتبت قائد اور رہبر نے بڑے سنبھلے تلے قدم اٹھائے اور نہایت احتیاط سے کام لیا ۔ اس مقام پر دو واقعات نمونہ کے لئے زندہ گواہ کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں:

پہلی مثال :- رہبر انقلاب کا قیام نجف اشرف میں ۱۵ سال سال تک رہا۔ اس عرصے میں ان کے مقلدوں اور ارادتمندوں کی جانب سے کروڑوں روپے آپ کی خدمت میں پہونچے۔ اس کے باوجود اس قدر احتیاط سے کام لیا کہ آپ کرایہ کے ایک مکان ہی میں قیام پذیر رہے۔

دوسری مثال :- سبھی روزناموں اور اخباروں میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ ایران کے اسلامی انقلاب کے ابتدائی دور میں محمد رضا پہلوی نے رہبر انقلاب کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی خدمت میں ۲ کروڑ روپے حاضر کروں گا اگر آپ اس انقلابی تحریک اور جدوجہد سے دست بردار ہو کر کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ رہبر انقلاب نے جواب میں فرمایا اگر تو تخت و تاج اور سلطنت سے دست بردار ہو جائے تو میں تجھے ۴ کروڑ روپے دوں گا۔

جو شخص دنیا سے، اس کے مال و متاع اور جاہ و منصب اور جلال سے منہ موڑے رہے یقیناً وہ کامل الایمان ہوتا ہے۔ جیسا کہ تاریخ نے ہمارے لئے دنیا کا سب سے المناک اور افسوسناک واقعہ درج کیا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے قیام و انقلاب کے وقت کوفے کے علماء اور قاضیوں نے ابن زیاد سے کثیر رقم حاصل کر کے فتویٰ دیا

تھا کہ معاذ اللہ فرزند رسول امام حسین علیہ السلام خارجی ہیں۔ تفرقہ پرداز اور غدّار ہیں "یشق عصا المسلمین" یعنی مسلمانوں کی صف میں اختلاف اور ان کے اتحاد میں رخنہ ڈال رہے ہیں۔ اس لئے وہ واجب القتل ہیں اور مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ان سے جنگ کریں۔ غرضکہ ہر عہد اور ہر زمانے میں ہزاروں ابن زیاد دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہمیں یاد ہے کہ درہم و دینار کے مقابلے میں کیسے کیسے ایمان ہوا میں اُڑ گئے، اور کیسے کیسے عقیدہ ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گئے اور دین و مذہب اور ملّت کے خلاف کیا کیا نہ کیا گیا۔ جسے تاریخ ہرگز فراموش نہیں کر سکتی۔ اور آج بھی صفحۂ تاریخ میں وہ واقعات موجود ہیں اور اس وقت تک موجود رہیں گے 'جب تک خدائے عز و جل کی عدالت میں پورے طور پر ان کا فیصلہ نہ ہو جائے ــــ

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ

یعنی :۔ ایک گروہ جنّت میں چلا جائے گا اور دوسری جماعت جہنم میں جھونک دی جائے گی

رہبر انقلاب کا انقلابی صبر

آج کل ہر مقام پر اور خبروں کے جملہ وسائل سے انقلابی صبر کے بارے میں باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس انقلابی صبر کا بہترین اور بالاترین نمونہ خود رہبر انقلاب ہے اگر انقلاب و قیام کے ابتدائی

مرحلوں سے اس صبر و ضبط کا مظاہرہ نہ فرماتے تو انقلاب کبھی کامیابی کی منزل تک نہ پہونچ پاتا۔

جتنی بھی مصیبتیں، اذیتیں اور مشکلات ان کے لئے پیدا کی گئیں سینہ تان کر اپنے انقلابی صبر کو بروئے کار لاتے ہوئے ان کا استقبال کیا۔ اور ان پر غلبہ پالیا اور پا جاتے ہیں یہاں تک کہ صبر متزلزل ہو گیا اور اس عظیم رہبر کے صبر کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

مثال کے طور پر آپ کے فرزند ارجمند حجۃ الاسلام والمسلمین مرحوم الحاج آقائی مصطفیٰ خمینی اس دار فانی کو جام شہادت نوش کر کے خیر باد کہتے ہیں۔ لیکن اس عظیم ہستی کے فولادی دل و دماغ پر ذرّہ برابر اثر نہ ہوا۔ اس کے پائے ثبات و استقامت میں ایک ہلکی سی بھی جنبش نہ ہوئی اور چند دنوں بعد ہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ نجف اشرف کے جملہ علماء و مراجع تقلید سے اس بات کے خواہش مند ہوئے کہ وہ اپنے اپنے درس شروع کر دیں۔ اور فرمایا کہ طلبہ کا فریضہ ہے کہ وہ درس میں شریک ہوں۔ حوزۂ علمیہ کا سلسلۂ تعلیم و تعلّم جاری رہے۔ میرے مصطفیٰ کی موت کے سبب ہم اپنے فرائض کی انجام دہی سے کنارہ کش نہ ہو۔ یہ کہکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، انقلابی امور کی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔ "کأن لم یکن" ـــ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

یعنی جیسے آپ کسی ایسے فرزند سے جدا ہی نہیں ہوئے جو فضائل و کمالات کا مجموعہ تھا۔ زندہ باد اے عظیم رہبر و قائد، زندہ باد تیرا انقلابی صبر، زندہ باد اے وہ ہستی کہ جس کے صبر کو دیکھ کر خود صبر انگشت بدنداں ہے، زندہ باد اے پاک و پاکیزہ افراد کے رہبر و قائد ــــ

دشمن، انقلاب کی اس قربانی کے انتقال پر مسرور و شادماں تھا اور اپنی کم فہمی اور کوتاہ فکری سے یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ بزرگ مرتبت شخصیت اس حادثہ کے صدمہ سے خاموش ہو کر گوشہ گیر ہو جائے گی، اس کے قدم اکھڑ جائیں گے اور پھر اپنے انقلابی اقدامات اور سرگرمیوں کو جاری نہ رکھ سکے گا۔ یہ کوتاہ فکری اور خیالی نظریہ دشمن کا تھا۔ لیکن سبھوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے علماء خداوند عالم کے خزانے ہیں روئے زمین پر۔ اور ان ذخیروں اور خزانوں کو محروم، کمزور اور مظلوم عوام کی داد رسی کیلئے ہمیشہ برقرار رہنا چاہئے۔

اگر شیخ محمد حسن صاحب کتاب "جواہر" اپنے فرزند کے جنازے کی مشایعت میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر "جواہر" جیسی عظیم اور بیش قیمت کتاب کی تالیف فرماتے ہیں تو ہمارے انقلاب کا قائد اعظم بھی صرف تشیع جنازہ پر اکتفا کرتا ہے اور فرماتا ہے۔ میرے مصطفیٰ کی موت اس امر کا سبب نہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنی انقلابی سرگرمیوں سے دست بردار ہو جائیں اور ایران کی محروم، مظلوم اور کچلی ہوئی ملت کو فراموش کر دیں۔

بلکہ ہمارا فرض ہے کہ اس ملت کو نجات دلائیں، ہمارا فرض ہے کہ اس مظلوم ملت کو ذلیل اور قابل نفرت پہلوی حکومت کے پنجۂ استبداد سے چھڑائیں اور اس عظیم قوم کو دامن اسلام میں جگہ دیں۔

بے شک یہ ہے انقلابی صبر بلکہ صبر میں انقلاب کیونکہ صبر میں اتنی توانائی نہیں کہ اس عظیم شخصیت کے حلم اور اس کی بردباری کا بوجھ اٹھا سکے۔

رہبر انقلاب کا عزم محکم اور بصیرت

دنیا اور اہل دنیا اس عظیم قائد رہبر کے عزم محکم کو دیکھ کر حیرت زدہ تھے اس کے عزم محکم اور دو ٹوک فیصلے اور بصیرت کی تفسیر و توجیہہ کرنے سے اپنے آپ کو بے بس پا رہے تھے سوا اس کے کہ اُسے ایک معجزہ تصوّر کریں۔

نمونے کیلئے اس مقام پر ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

قائد دو ٹوک فیصلہ کرتا ہے کہ پیرس سے تہران آئے۔ سبھی کہہ رہے ہیں مناسب نہیں، مصلحت کا تقاضہ نہیں۔ دوست و دشمن سبھی اس فیصلے کو مصلحت اور صلاح کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ لیکن اس کا اصرار ہے کہ ہمیں ضرور جانا چاہیئے۔ جلاد بختیار دھمکی دیتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

مجھے تہران یقیناً جانا چاہیئے۔

سامراجی روزنامے اور رسائل اس سفر تہران کی اپنے طور پر تحلیل اور تجزیہ کرتے ہیں۔ اور اس طرح تحلیل و تجزیہ کرتے ہیں کہ ان کے سامراجی آقا خوش ہو جائیں۔ اس صورت سے تجزیہ کو ترتیب دیتے ہیں کہ ہر ایک کے دل میں خوف و ہراس اور رعب و دبدبہ بیٹھ جائے۔ عظیم المرتبت قائد فرماتا ہے نہیں، مجھے جانا چاہیئے اس بات کا امکان ہے کہ ہوائی جہاز دھماکہ خیز اشیاء سے اڑا دیا جائے، پھر بھی یہی رٹ کہ مجھے جانا چاہیئے۔ اگر نہ بھی اڑایا جائے تو ممکن ہے اس ہوائی جہاز کو جنگی جہازوں کے ذریعہ کسی دوسرے مقام پر جانے کیلئے مجبور کر دیا جائے اور پھر یا تو سب کو قیدی بنا لیا جائے یا قتل کر دیا جائے۔ اور حقیقت بھی یہی تھی۔ سچ مچ ایک سازش رچی جا رہی تھی۔ بعد میں مجرموں نے انقلابی عدالت میں اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ اس سازش میں یہ بات طے کی گئی تھی کہ قائد کے ہوائی جہاز کو کیس کے جزیرے پر اتارا جائے۔

لیکن انقلاب کا یہ عظیم رہبر نہایت سکون و اطمینان اور پختہ ارادے کے ساتھ اپنے سفر کو جاری رکھے ہوئے ہے ہوائی جہاز میں سو بھی رہا ہے، آرام بھی کر رہا ہے، بالکل اپنے جد بزرگوار علی بن ابی طالب علیہ السلام کی مانند جو شب ہجرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

بستر پر بڑی میٹھی نیند سوئے تھے باوجودیکہ چالیس قبیلوں کے خون آشام افراد نے ان کے خلاف سازش رچی تھی اور ان کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بے شک نسل علی علیہ السلام کے افراد کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

بقول مشہور شیعہ شاعر سید جعفر حلّی رحمہ اللہ ؎

علویون والشجاعۃ فیھم

ورثتھا آباءھم والجدود

یعنی علوین کو شجاعت ان کے آباء و اجداد سے ورثے میں ملی ہے

لم یھابوا جمع العدیٰ یوم صالوا

وان استنزروا وقل العدید

یعنی وہ میدان جنگ میں دشمنوں کا جم غفیر دیکھ کر مرعوب نہیں ہوتے چاہے اُن کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو اور اِن کی تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔

یہ شجاعت، یہ عزم محکم اپنے آباء طاہرین اور اجداد معصومین سے ورثہ میں پایا ہے۔ خالی ہاتھ برہنہ ملت کے ساتھ —— خود ان کے لفظوں میں سامراج کے اہم ترین مرکز کو درہم برہم کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

رہبر کی شجاعت اور قوتِ قلب

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اب بھی یقین نہیں کر پاتے حالانکہ جو

کچھ میں اس فصل میں تحریر کرنے جا رہا ہوں میں نے اسے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہے۔

قائد کبیر ایران واپس آتے ہی قبرستان بہشت زھرا تشریف لے گئے اور اپنی جوشیلی اور آتشیں تقریر کا آغاز فرمایا، یہ وہ دن تھا کہ سبھی کو یقین کی حد تک یہ گمان تھا کہ قائد کو شہید کر دیا جائے گا اور لوگوں کا بیان ہے کہ چند ایسے افراد کو مسلح بھی کیا گیا تھا جو نشانہ بازی میں ماہر تھے سبھوں کو یقین تھا کہ یہ لوگ آیۃ اللہ خمینی کو گولی مار دیں گے۔ لیکن وہ بزرگ ہستی اُسی جرأت و شجاعت سے تقریر کرتی رہی۔ چنانچہ اپنی تقریر کے دوران فرمایا "اسی طرح ہم حکومت کے منہ پر مار دیں گے"۔ یہ جوانمردی اور قوت قلب کا مظاہرہ، سچ پوچھئے تو انھیں اپنے جدّ بزرگوار امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ورثے میں ملا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی والی فصل میں عرض کر چکا ہوں۔

اس قسم کے چبھتے ہوئے جملوں اور تلخ تقریروں کا خطرناک اثر آپ کے ہیلی کوپٹر کے سوار ہونے کے بعد پڑ سکتا تھا جب آپ بہشت زھراء سے "ہزار بستر" والے اسپتال میں زخمیوں اور بیماروں کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ سبھی یک زبان ہو کر کہہ رہے تھے کہ اس بار ہیلی کاپٹر کو ضرور مار گرایا جائے گا۔ لیکن رہبر عالی قدر

کے دل میں ذرہ برابر بھی خوف و ہراس نہ تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قتل ہو گئے ہوتے تو انھیں کے قول کے مطابق کیا فرق پڑ جاتا کیونکہ ایران کی واپسی کے سلسلے میں فرمایا کرتے تھے: میں ایران واپس ضرور جاؤں گا۔ اگر قتل ہو گیا تو آزادی کی راہ میں شہید ہونے والوں کی صف میں شامل ہو جاؤں گا۔ ان کے پہلو میں زمین میں دفن کر دیا جاؤں گا۔ اس سرزمین میں جو شہیدانِ وطن کے خون سے سیراب ہو گئی ہے۔ ہزاروں شہیدوں کے خون سے، ہزاروں آزاد نوجوانوں کے خون سے، ہزاروں غیرتمند جوانوں کے خون سے، ہزاروں شریف جوانوں کے خون سے، ہزاروں مومن جوانوں کے خون سے، ہزاروں وطن پرست نوجوانوں کے خون سے، جو اس سرزمین پر سپرد خاک ہیں۔ سرزمین ایران کا شمار یقیناً مقدس سرزمینوں میں ہوگا۔ کیونکہ ہزاروں بے گناہ انسان اپنے مقدس اور پاکیزہ خون سے اس کے تقدس اور پاکیزگی کی گواہی دے رہے ہیں۔

رہبر انقلاب کے متضاد اوصاف و صفات

رہبر عالی قدر کے حالات زندگی کے تجزیئے کے سلسلے میں سب سے زیادہ جس دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ آپ کے صفات کا باہمی تضاد ہے۔ جو ایک انسان میں جمع ہو جاتی ہیں تو اس کی شخصیت کو کسی میزان پر تولنا

یا اس کی ذات کے بارے میں کسی قسم کی قیاس آرائی ایک مشکل بات ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ان متضاد اوصاف کے حامل انسان کے بارے میں اپنے نظریات کا اظہار یا تو حیرت و استعجاب کی شکل میں ہوگا یا پھر خاموشی۔۔۔

دو سال قبل عراق میں عتبات عالیات سے مشرّف ہوا تھا، رجب کے پورے مہینے اور ماہ شعبان کے کچھ حصّوں میں وہیں قیام رہا۔ رہبر انقلاب رات میں نو بجے امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہّر میں تشریف لاتے، اسی طرح نجف اشرف میں امیرالمومنین علیہ السلام کے حرم مطہر تشریف لے جاتے۔ میں ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتا کہ آپ کی تشریف آوری کے وقت میں حرم میں موجود رہوں۔ میں ہی کیا جتنے بھی ایرانی زائرین ہوتے سبھی کی یہی آرزو رہتی اور اس کیلئے کوشش بھی کرتے کہ اس وقت وہ حرم مطہّر میں پہنچ جائیں۔

میں نے اُن بزرگوار کو متعدّد بار اس عالم میں دیکھا کہ آپ حاج شیخ عباس قمیؒ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مفاتیح الجنان سے زیارت جامعہ پڑھ رہے ہیں، پورے وجود پر ایک عجیب کیفیت طاری ہے، بعض شبوں میں میں ان کے ساتھ ساتھ بھی رہ چکا تھا۔ حالت یہ تھی کہ دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں ہے اور کامل توجہ کے ساتھ زیارت پڑھ رہے ہیں ـــــ لیکن یہی بزرگوار انقلاب کے میدان میں، پورا ایران بلکہ پوری دنیا اس بات کی گواہ ہے کہ مجرموں، امریکی اور پہلوی

حکومت کے خادموں اور چاکروں پر ذرا بھی رحم نہ تو پہلے کیا تھا اور نہ آج کرنے پر آمادہ ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے: مجرم پر مقدمہ چلائے جانے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا، صرف شناخت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ شناخت کے بعد اُسے اپنے کیفر کردار تک تو پہونچنا ہی چاہئے۔

تاریخ، صفات میں اس قسم کا تضاد امیر المومنینؑ اور دیگر ائمۂ معصومین علیہم السلام میں پایا جاتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے ایک صحابی کمیل کا بیان ہے کہ میدان جنگ میں علی علیہ السلام کا کچھ یہ عالم ہوتا تھا کہ اس کا بیان ہمارے لئے ممکن نہیں۔ لیکن اسی علیؑ کو اس حالت میں بھی نصف شب دیکھا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، نالہ وزاری کر رہے ہیں، کمر جھکی ہوئی ہے اور اس طرح پچھاڑیں کھا کھا کر فریاد وزاری کر رہے ہیں جیسے کسی ماں کے اکلوتا بیٹا رہا ہو اور وہ اُسے کھو بیٹھی ہو۔ مولائے کائنات امیر المومنین کے صدقے میں ہمارا رہبر بھی کچھ ایسا ہی ہے۔

ابو درداء کا بیان ہے کہ میدان جنگ میں علی علیہ السلام کی جلالت کو دیکھنے کے بعد مدینہ کے باہر آدھی رات کے وقت جس علیؑ کو دیکھا ان دونوں میں قیاس ہی نہیں کر پاتا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا۔ ایک نخلستان میں تشریف لائے، نماز میں مشغول ہو گئے۔ میں حضرت کو مسلسل دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنا سر مبارک سجدے میں رکھا اور اس قدر روئے، اس قدر روئے اور تا دیر گریہ وزاری

کرتے رہے یہاں تک کہ آواز کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ میں قریب گیا آوازیں دیں، پکارا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ جسم مبارک کو حرکت دی لیکن حرکت میں نہ آیا، میں نے اپنی جگہ یقین کر لیا کہ علی علیہ السلام نے اپنے خدا سے مناجات کرتے ہوئے جان نازنین جان آفریں کے سپرد کر دی۔ میں بہت زیادہ گھبرا گیا اور تیز قدموں سے خانۂ اقدس پر حاضری دی اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے سارے واقعات بیان کئے جو آنکھوں نے دیکھا اور کانوں سے سنا تھا خاتون جنّت سے کہہ ڈالا۔ بی بی فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا: ابو درداء علیؑ پر یہ کیفیت رات میں کئی بار طاری ہوتی ہے ابو درداء کہتے ہیں کہ جب میں نخلستان کی جانب چلا تو دیکھا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نماز میں مشغول ہیں۔ میں خوش ہوگیا۔

عرب کا ایک دانشمند شاعر مولائے کائنات علی بن ابی طالب کی شان میں کہتا ہے:

هُوَ الْبَكَّاءُ فِي الْمِحْرَابِ لَيْلاً

هُوَ الضَّحَّاكُ إِذَا اشْتَدَّ الْحِرَابُ

یعنی شب کے وقت محراب عبادت میں بلک بلک کر تڑپ تڑپ کر رونے والے ہیں لیکن میدان کارزار میں نبرد آزمائی کے وقت ہنستے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کوئی کافر یا مجرم آپ کی زد سے بچ کر نکل نہیں سکتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ علی علیہ السلام کی یہ صفت ان کے فرزند رہبر انقلاب کو ورثہ میں ملی ہر

وہ صفت یہ ہے کہ متضاد اوصاف ایک شخصیت میں جمع ہو جائیں اور یہ صفت ہر انسان کو میسر نہیں ہوتی ـــــ

رہبر انقلاب کی سادہ زندگی

جو مسائل دنیا کی نظروں میں آج حیرتناک اور تعجب انگیز بنے ہوئے ہیں انھیں میں سے اس عظیم رہبر کی سادہ زندگی ہے۔ دنیا والے یہ سوچتے ہیں کہ کسی قوم کے قائد اور رہبر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی قیام گاہ محل ہو، جدید ترین ماڈل کی کاریں ہوں اور اس کیلئے متعدد دفاتر ہوں جن میں تکلفات کی تمام چیزیں موجود ہوں ـــــ لیکن دنیا والوں کو اس امر سے باخبر رہنا چاہئے کہ کسی قوم کی رہبری اور کسی ملک کے انتظام کا تعلق نہ تو تکلفات سے ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اس کے انتظامی امور و مسائل کا ربط اشراف جیسی زندگی گذارنے سے ہوا کرتا ہے۔ اشراف جیسی زندگی بسر کرنے کا قطعًا یہ مطلب نہیں ہوا کرتا کہ قائد بہت ہی بہتر طریقے سے انتظام کرتا ہے بلکہ اس کے برعکس ہو سکتا ہے۔ کہ اشراف کی زندگی کبھی کبھی ملک و قوم کے بعض اہم کاموں سے باز رکھ سکتی ہے۔ پوری دنیا کو معلوم ہونا چاہئے کہ

آج تک علماء شیعہ بغیر کسی تکلف و تصنع کے، دنیا کے ٹھاٹھ باٹ اور شان و شوکت سے دور رہ کر اپنے فرائض انجام دیتے آئے ہیں۔ ہمارے علماء اور دینی رہبروں کی تاریخ اس قسم کے بے نظیر خدمات و واقعات سے پر ہے تاریخ بھلا مرحوم شیخ محمد جواد بلاغی طاب ثراہ کو کیسے بھلا سکتی ہے جنھوں نے سیکڑوں کتابیں اور رسالے تصنیف کئے تھے اور انسانی معاشرے کی بے لوث خدمت کی تھی۔ ان کی علمی خدمات عالمی سطح پر اس قدر عظیم الشان اور قابل توجہ تھی کہ یوروپ کے کچھ اخبار نویس اور عکاس عراق آئے ہوئے تھے جو آپ کی خدمت میں نجف اشرف بھی آئے جب ان لوگوں نے آپ سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ یہ جگہ شاید آپ کے ادارے کا ہیڈکوارٹر ہے۔ مرحوم علامہ بلاغی نے فرمایا تھا۔ نہیں تو، یہ تو اس جانب کے سکونت کی جگہ ہے۔ ان لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ ان لوگوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ انھیں اس "بین الاقوامی ادارے" میں بھی لے چلا جائے تاکہ ان کے کچھ حصّوں کا معائنہ تو کرسکیں اور اس کے اہم حصّوں کی تصویریں لے کر اپنے ساتھ لے جا سکیں۔ مرحوم علامہ بلاغی طاب ثراہ نے فرمایا۔ "ادارہ" بھی یہی ہے۔ "ادارہ" کی تمام اشاعتیں یہیں رکھی ہوتی ہیں اور یہی ہماری سکونت کی جگہ بھی ہے۔ یہ اخبار نویس اور عکاس حیرت زدہ رہ گئے اور اسی تحیّر کے عالم میں وہ اس بات پر

یقین نہ کرتے ہوئے انہوں نے سوال کیا۔ آپ کا یہ ادارہ جس کی اس قدر اشاعتیں ہیں اور جو تمام روزناموں، اخباروں اور رسالوں کے اعتراضات کے جوابات دیتا ہے۔ جس کی جانب سے شائع ہونے والے مضامین اور مقالے مختلف موضوعات پر تحقیقات کر کے مثبت اور منفی پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں ان تمام سرگرمیوں کیلئے یہ چھوٹا سا گھر کافی ہے؟ حالانکہ یہ اتنی ساری اشاعتیں، خطوط کے جوابات، مختلف موضوعات اور علوم پر تحریر کیئے جانے والے مقالات کی تردید و تائید اور روابط عامہ کیلئے کئی منزلے کی جدید طرز کی ایک عمارت ہونی چاہیئے جس میں مختلف علوم کے سیکڑوں ماہر اور مصنف موجود ہوں تاکہ سارے مکاتبات کیلئے جواب ممکن ہو سکے اور وہ بھی عالمی سطح پر۔ لیکن اتنا مختصر سا گھر اور یہ ساری سرگرمیاں ــــــ ؟؟؟

بے شک یہ ہے ہماری روحانیت ماضی میں بھی تمام تکلفات سے بری تھی اور آج بھی تمام تکلفات سے بری ہے۔ ہمارے علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا اور مخلوق کی خدمت اور کام کیلئے اس قسم کے وسائل کی قطعاً کوئی احتیاج نہیں۔

آج بھی اگر آپ قم یا تہران تشریف لے جایئے اور رہبر انقلاب کے محضر مقدس میں پہنچ کر دیکھئے تو وہی پچاس سال پہلے والی زندگی آپ کو نظر آئے گی۔ بہت ہی سادہ اور ہر قسم کے تکلف سے پاک۔ چونکہ اسلام میں

ایک راہنما اور قائد کی جتنی ذمہ داریاں ہوتی ہیں وہ کسی دوسرے فرد کی نہیں ہوا کرتی۔ حتیٰ کہ ان کے عزیز ترین مہمانوں کیلئے بھی وہی غذا ہوتی ہے جو حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ کے ہمراہ رہنے والے کھاتے ہیں۔ آیۃ اللہ رہبر عالی قدر کا بیان ہے کہ ایک دن آزادیٔ فلسطین کی تحریک کے سربراہ یاسر عرفات تہران تشریف لائے ان کی بھی اسی غذا یعنی دال اور پلاؤ سے مدارات کی گئی جو رہبر عالی قدر کی اقامت گاہ میں آمادہ کی گئی تھی اور ابو عمار کیلئے کسی مزید غذا کا اضافہ نہیں کیا گیا تھا۔

مجھے سخت تعجب ہوتا ہے جب بعض مغربی ارباب قلم آیۃ اللہ العظمیٰ رہبر عالی قدر کی سادہ زندگی کی مثال گاندھی جی کی زندگی سے دیتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ دنیا والوں کے سمجھنے کیلئے ان لوگوں کے ذہنوں کی قربت اور مماثلت کے لئے بڑی بات نہیں پھر بھی ان کی سادگی پر گاندھی کو مثال میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔ البتہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ ان کی سادہ زندگی میں انبیاء علیہم السلام کی سادہ زندگی کی ایک جھلک ضرور مل جاتی ہے ان کا قیام و انقلاب، انداز گفتگو، کردار، طرز فکر، مقصد، اور دوسری اسی سے متعلق باتیں انبیاء الٰہی علیہم السلام سے قدرے ملتی جلتی ہیں۔ ان کا رشتۂ نسبی خاندانی وحی و نبوت سے ہے، مکتب وحی و رسالت کی تعلیمات ہی میں پلے اور بڑھے ہیں، خاندان رسول خدا پر آپ کا سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔ اور آپ کے جد بزرگوار حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔

رہبر انقلاب اور مذہبی مراسم کی انجام دہی

انقلاب کے اس عظیم رہبر کی ایک نہایت بیش قیمت صفت اپنے اجداد معصومین وطاہرین کی ذوات مقدسہ کے حضور سے شدید محبت اور لگاؤ ہے۔ آپ کو ہمیشہ اُن دینی اور مذہبی مجالس سے شدید محبت اور گہرا تعلق رہا ہے جو کسی بھی امام معصوم کی ولادت کے موقع پر جشن اور شہادت کی تاریخ میں مجلس عزا منعقد ہوا کرتی ہے۔ ان محافل و مجالس سے پہلے بھی شدید تعلق خاطر تھا اور آج بھی اسی طرح قائم اور برقرار ہے۔ آپ توسل، دعا، مناجات، عزاداری اور اپنے گرامی مرتبت اجداد کی مجلس عزاء کے موقع پر گریہ پر عقیدۂ راسخ اور وثوق کامل رکھتے ہیں اور ان مذہبی مراسم کی انجام دہی کی بھرپور حمایت اور تائید فرماتے ہیں۔ اور سبھی اس امر سے پورے طور پر باخبر ہیں کہ رہبر انقلاب ہمیشہ سے تاکید کرتے آئے تھے کہ واعظین کرام اور ذاکرین عظام عشرۂ محرم کی مجلسوں کو کسی بھی حال میں ترک نہ کریں ــ اگر شاہ منفور دجلا دمسجدوں کے دروازے ان پر بند کردے تو در مسجد پر ہی مجالس عزا منعقد کی جائے اور ان دینی و مذہبی مراسم سے قطعاً کسی حال میں چشم پوشی نہ کی جائے کیونکہ رہبر عالی قدر کا یہ عقیدہ ہے

کہ جو باتیں ہمیں ملی ہیں وہ انھیں دینی اور مذہبی مجالس کی برکتیں ہیں۔ انھیں مجلسوں کی بدولت عوام میں بیداری پیدا ہوئی ہے اور انھیں مجلسوں میں آزاد انسانوں کے راہنما و سردار امام حسین بن علی علیہما السلام کی جاں نثاری اور فداکاری عوام کے سامنے بیان ہوتی آئی ہے اور عوام نے امام حسین علیہ السلام کے قیام و انقلاب ہی کی مدد سے اتنا عظیم انقلاب برپا کیا ہے اور حسین علیہ السلام کے اسم گرامی، ان کی پیروی اور تاریخ بشریت میں خدا کے اس بندۂ خاص کی فداکاریوں ہی کی بدولت آج کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ انشاءاللہ ہمارے عوام ان مذہبی مراسم اور امام حسین علیہ السلام کے مکتب فکر و نظر سے اپنا رابطہ ہمیشہ قائم و برقرار رکھیں گے۔ کیونکہ وہ اس بات سے پورے طور پر آگاہ ہیں کہ امام حسین علیہ السلام اور خاندان عترت و طہارت کی راہ دنیا و آخرت دونوں ہی میں کامیابی کی ضامن ہے۔

لیکن اس کے بعد بھی حسینی اور مذہبی رسومات جس قدر زیادہ، منظم اور ہر قسم کے تعصب سے دور مرتب لائحۂ عمل کے ساتھ، جہالت سے الگ رہ کر، عوامی پہلو لئے ہوئے، روبہ عمل لائے جائیں، ان کی ادائیگی اس طرح کی جائے کہ دنیا اور اہل دنیا کو اپنی طرف پورے

پورے طور پر متوجہ کرلیں تاکہ عوام اپنے انقلابی جذبات اور پہلو کو جو حسینی پہلو ہے اس سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں جس سے وہ فراموشی کی نذر ہو جائے۔ حقیقت میں عزاداری کے تکرار کا یہی راز اور فلسفہ ہے اور اسی پر ہمیشہ اور ہر سال گامزن رہنا چاہئے۔

ہمیں اس بات سے غافل نہ رہنا چاہئے کہ عزادار گروہ اور جماعت کی صورت میں باہر نکلیں اور اس کا شمار اہم ترین اسلامی مظاہروں میں ہونا ضروری ہے۔ میری نظر میں دنیا میں کوئی ایسی دوسری قوم نہیں جو شیعوں کی طرح کوئی ایسا عظیم اور گرانقدر سرمایہ رکھتی ہو۔ امام حسین علیہ السلام کا سرمایہ وہ سرمایہ ہے جس کے ختم ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور جس کے ڈانڈے ہمیشہ کامیابی و کامرانی ہی سے ملتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

كَذِبَ الْمَوْتُ فَالْحُسَيْنُ مُخَلَّدُ
كُلَّمَا اَخْلَقَ الزَّمَانُ تَجَدَّدُ

ترجمہ:۔ موت جھوٹی ثابت ہوئی حسین ابدیت کے حامل ہیں جیسے جیسے زمانہ اُسے پرانا بناتا ہے اس میں اور بھی نیا پن پیدا ہو جاتا ہے (تازگی آجاتی ہے)

رہبر انقلاب کی بیدار مغزی اور سُرعت عمل

ہمارے رہبر عالی قدر کی ایک دوسری عظیم صفت بیدار مغزی، زیرکی اور سرعت عمل ہے جسے دیکھ کر دنیا انگشت بدندان رہ جاتی ہے۔ دنیا کے کثیر الاشاعت اخباروں کے مبصرین و مفسرین کبھی ایک دوسرے سے، کبھی اہل دنیا سے اور کبھی اپنے آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ایران کا یہ عظیم رہبر یہ زیرکی اور سرعت عمل کہاں سے لایا؟ کس قدر بیدار مغز ہے، کتنا قطعی فیصلہ صادر کرتا ہے، موقع اور وقت کے مطابق کتنا صحیح حکم دیتا ہے، عمل کی رفتار کتنی تیز تر ہے دشمن کے منصوبوں کے مقابلے میں کیسی بھرپور پامردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمت نہیں ہارتا، تکان نہیں محسوس کرتا، بلکہ گیر بیانے پر، فوراً ہی عوام کو حرکت میں لاتا ہے تاکہ دشمن کے منصوبوں اور سازشوں کو نقش برآب بنا دے مثال کے طور پر:

تہران کا سابق فوجی گورنر انقلاب سے ایک روز پہلے حکم دیتا ہے کہ آج ساڑھے چار بجے سہ پہر سے مارشل لا نافذ کیا جائے گا، اس لئے ہر ایک فرد خانہ نشین ہو جائے، دوکانیں اور بازار بند کر دیئے جائیں ــ کیوں؟ تاکہ وہ اپنا مجرمانہ منصوبہ روبہ عمل لا سکے، جس شخص کو بھی گھر سے باہر دیکھا جائے گا گولی مار دی جائے گی۔ اس کا مقصد

صرف فوجی انقلاب کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کرنا تھا۔ مگر رہبر انقلاب حکم دیتا ہے۔ عوام اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں، فوجی حکومت کے حکم پر قطعاً توجہ نہ دیں۔ فوجی حکومت ختم کر دی گئی ہے۔ عوام نے جو کچھ سمجھ کر رہبر کا انتخاب کیا ہے یعنی اس کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے انھوں نے رہبر کے فرمان کو خدا اور رسول کا حکم تصور کیا اور سبھی امتثال امر کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے، فوجی ٹرکوں اور ٹینکوں کی آمد و رفت کو روکنے کیلئے سڑکوں پر جابجا رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ جگہ جگہ آگ روشن کر دی، مظاہرے شروع کر دیئے، نعرے لگانے لگے آخرکار دشمن اس مظلوم اور ستمدیدہ ملت پر اپنے منحوس فوجی اقتدار کے قیام کے منصوبے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

اے خدا! یہ رہبر کہاں سے آیا۔ اس تابندہ اور روشن سورج کے کے سامنے آخر اتنی طولانی مدت تک ظلم کے یہ گھنگھور اور سیاہ بادل کیوں رکاوٹ بنے رہے۔ یقیناً یہ تیرے خزانۂ کرم کا گوہر ہے، تیرے اس خزانے کا، جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

"مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ"

ترجمہ:- جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہ جانے والا ہے۔

اس صدی کا مجدّد کون؟

خدائے متعال کے قانونِ لطف وکرم کے مطابق اس کی رحمتیں اور عنایتیں جو مظلوم اور کمزور مسلمانوں کے شاملِ حال رہی ہیں اور جس کا وعدہ قرآن کریم نے ان لفظوں میں کیا ہے:

"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون"

ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔

"انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا ویوم یقوم الاشہاد"

یقیناً ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی ضرور مدد کریں گے اور جس دن گواہ (پیغمبر فرشتے گواہی کو) اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ہر سو سال میں ـــ یعنی ایک صدی میں ـــ اپنے نیکوکار، باصلاحیت اور لائق بندوں میں سے ایک شخص کو ـــ مجدّد ـــ دین و مذہب کو تازہ روح بخشنے اور الٰہی قوت سے دین و مذہب کو منظم و مرتب کرے۔ مسلمان اس کو "مجدّد" کے نام نامی سے یاد کرتے ہیں۔ لفظ "مجدّد" کے معنی ہیں تجدید کرنے والا، دوبارہ زندگی

بخشنے والا ۔ منظّم کرنے والا، بنانے والا اور آخر میں مسلمانوں کی دادرسی اور فریاد کو پہونچنے والا ۔

پچھلی صدی میں آیۃ اللہ العظمیٰ، مرجع الانام، الحاج میرزا محمد حسن شیرازی اعلی اللہ مقامہ مجدّد تھے ۔ تاریخ اس عظیم مجدد کی دینی، مذہبی اور عوام کی بے لوث خدمات کو فراموش نہیں کر سکتی ۔ جب مرحوم مجدد شیرازی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے انگریزی سامراج کے آہنی پیکر پر تمباکو حرام قرار دے کر کاری ضرب لگائی تھی ۔ جس کا واقعہ آج تک زبان زد خاص و عام ہے ۔ تمباکو کی حرمت اس طرح پورے ایرانی معاشرے پر اثر انداز ہوئی اور عوام نے اس کی اتنی سختی سے پابندی کی کہ ناصر الدین شاہ کا محل بھی اس پابندی سے مستثنیٰ نہ ہو سکا ۔

ایک دن عیاش شاہ نے مجدّد شیرازی کی اس صریحی مخالفت سے اپنے محل کے اندر چشم پوشی کرتے ہوئے اپنی ایک بیوی سے اپنے لئے حقہ تیار کرانے کا حکم دیا ۔ اس بیوی نے جواب دیا: کیا تم نہیں جانتے کہ میرزا نے تمباکو نوشی کو حرام قرار دے دیا ہے ۔ مغرور شاہ نے کہا: جانتا کیوں نہیں ۔ لیکن کوئی ہمارے محل کے اندر تو جھانک تو نہیں رہا ہے ۔ بیوی نے جواب دیا: مگر خدا تو دیکھ رہا ہے ۔ کیونکہ میرزا کی حرام کی ہوئی چیز "حرام خدا" ہے ۔ ملّا کا حکم خدا کا حکم ہے

وہ شاہ طاغوت اصرار کرتا رہا اور بیوی انکار کرتی رہی۔ یہاں تک کہ بیوی نے تند و تلخ اور بلند لہجے میں کہا: اگر میرزا کی حرام کی ہوئی چیز کو حرام نہ سمجھے گا تو میں تجھ پر حرام ہو جاؤں گی کیونکہ "مرجع تقلید" کے فتویٰ کو رد کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ تو حکم خدا کو رد کر رہا ہے۔ جو شخص ان بزرگ شخصیتوں کے احکام کو رد کرتا ہے حقیقت میں وہ خدا کے احکام کے رد کرنے کے مرادف ہے۔ دنیا پرست بادشاہ اپنی اس خواہش سے باز رہا ــــ ایک دن انگریزی حکومت کی کسی سربرآوردہ شخصیت نے ناصرالدین سے سوال کیا: یہ ملا جس نے تمباکو کو حرام قرار دیا ہے: کیا اس کے پاس کوئی فوج بھی ہے؟ کیا اس کے پاس توپ اور ٹینک بھی ہیں؟

ناصرالدین نے جواب دیا: اس کے پاس دو فداکار اور جاں نثار سپاہی ہیں: ایک میں خود اور دوسرا سلطان عبدالحمید عثمانی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے ہی مرجع تقلید مجتہد ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ تمام بادشاہوں کی طرح ناصرالدین بھی مسلسل اسلام کی نافرمانیوں کا ارتکاب کرتا رہا لیکن لوگوں کے مقابلے میں علماء کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ بھی تو نہ تھا کیونکہ علماء کی مرضی خدا اور عوام کی مرضی کے مانند تھی۔

جب ہم لفظ "مجدّد" کے مفہوم و معنی سے واقف ہو گئے اور یہ بھی جان گئے کہ "مجدّد" کون ہوتا ہے؟ اس کا کام کیا ہے؟ اور وہ کس قدر اثر و نفوذ رکھتا ہے؟ تو اب یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اس صدی کا "مجدّد" کون ہے؟ آج جبکہ چودھویں صدی ختم ہو رہی ہے اور اگلی صدی کی دہلیز پر کھڑے ہوئے ہیں تو یہ مانی بات ہے اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سبھی بیک زبان باواز بلند کہیں گے کہ "اس صدی کے مجدّد آیۃ اللہ العظمیٰ مرجع الانام خمینی ہیں"۔ غیر اسلامی دنیا میں "مجدّد" نام کی کوئی شخصیت نہیں ہوا کرتی اس کے باوجود وہ بھی باواز بلند یہی کہے گی کہ خمینی "مصلح" ہیں۔ خمینی دنیا کی وہ انقلابی شخصیت ہے جو اپنی نظیر آپ ہے جس کی دوسری کوئی نظیر نہیں۔ انہوں نے ایران کی مظلوم اور ستم رسیدہ قوم کو نجات دلائی، مسلمانان ایران کو نئی زندگی بخشی، ملک و قوم کے معمار ہیں عظیم رہنما ہیں، اسلام کے مفکر ہیں، وہ ایسی عظیم شخصیت کے حامل ہیں جس پر دنیا کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں۔ دنیا کو ان سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ وہ دنیا کی تمام کمزور اور ستم رسیدہ قوموں کی مدد کریں گے۔ یہ اوصاف کسی مجدّد ہی کے ہوا کرتے ہیں، یہی وہ مجدّد ہے جو سو سال میں پیدا ہوتا ہے اسلام اور دین و مذہب کی نصرت و امداد کرتا ہے۔ کمزور اور مظلوم قوموں کی حمایت اور یاوری کرتا ہے۔ یقیناً آیۃ اللہ خمینی مجدّد ہیں۔

وہ لفظ "مجدد" کے سب سے زیادہ مصداق ہیں ۔ وہ طاغوتی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجانے والے ہیں ۔ انہوں نے بڑی طاقتوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا ہے ۔ بڑی طاقتیں ان کے نام سے تھراتی ہیں وہ "مہدیؑ آل محمد علیہ السلام" کے ظہور کی تمہید ہیں ۔ وہ حکومت اھل بیت رسول علیہم السلام کا ایک ادنی نمونہ ہیں ۔ وہ قرآن کی حکومت کی ایک جھلک ہیں ۔

صادق آل محمد علیہ السلام اس شعر کو بار بار پڑھا کرتے تھے ؎

لِکُلِّ اُنَاسٍ دولۃٌ یرقبونہا
ودولتنا فی آخر الدھر تظھرُ

یعنی : ہر قوم و ملت کیلئے ایک حکومت ہوتی ہے جس کی وہ منتظر اور اس دولت کی آس لگائے بیٹھی رہتی ہے ۔ ہم آل محمدؐ کی حکومت آخری زمانے میں ظاہر ہوگی ۔ اس قول کے مطابق یہ جمہوریٔ اسلامی حضرت مہدی علیہ السلام کی حکومت کا مقدمہ بھی ہے اور ایک ادنیٰ نمونہ بھی ۔

اس گفتگو کے بعد ہم رہبر انقلاب کو اس طرح پہچانیں اور ان کے پاکیزہ نام کو اس طرح لیں ۔

"الامام المجدّد الخُمَینِی دام ظلہ"

فیضیہ سے جمہوریٔ اسلامی تک

آج کل فیضیہ کا نام ہر جگہ اور ہر مقام پر سنائی دے رہا ہے۔ فیضیہ کی تصویریں دنیا کے گوشہ و کنار میں تقسیم کی جا رہی ہیں۔ مگر فیضیہ خود کیا ہے؟ کیا کسی ملک کا دار السلطنت ہے؟ کیا کسی سکریٹریٹ کی عمارت ہے؟ ــــ نہیں ــــ ساتویں امام علیہ السلام کی صاحبزادی جناب فاطمہ معصومہ علیہا السلام کے روضۂ مطہر کے مقدس جوار میں فیضیہ ایک عمارت ہے، بہت ہی معمولی، سادہ، فن تعمیر کے حُسن سے عاری۔ اسکے کمرے ویسے ہی ہیں جیسے کمرے امام زادوں کے مراقد میں زائروں کے قیام کیلئے تعمیر کئے گئے ہیں اگر حساب لگایا جائے تو مدرسۂ فیضیہ کی پوری عمارت کے جملہ اخراجات معزول شاہ کے سعد آباد تہران کے محل کے دس کمروں میں سے ایک کمرے کے اخراجات سے بھی کم ہے ایسی کتاب کی گذشتہ فصلوں میں رہبر انقلاب کی سوانح حیات کے ضمن میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ روحانیت میں کسی قسم کی تکلفات کو دخل نہیں ہوا کرتا۔ بات صرف کام اور سرگرمی و جدجہد کی ہوا کرتی ہے چاہے صرف ایک چہار دیواری ہی کیوں نہ ہو جو سردی اور گرمی سے محفوظ رکھنے کا وسیلہ و ذریعہ ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ

بہتر اور واضح مثال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کی ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی اور جس میں کسی حجرے کا نام ونشان نہ تھا۔ مٹی کی دیواریں، فرش پر باریک اور موٹی ریت، خرما کے ایک درخت کے تنے کا منبر، لیکن یہی مسجد اپنی بے بضاعتی اور بے سروسامانی کے باوجود اس عہد کی بڑی بڑی طاقتوں یعنی رومی اور فارسی حکومتوں کو لرزہ براندام کئے ہوئے تھی۔ مذہبی مدرسے اور روحانی حوزہ ہائے علمی بھی مسجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم بہ قدم ہیں۔ بغیر کسی تکلف اور ظاہری چمک دمک کے کام کرتے ہیں، سرگرم رہتے ہیں، تاریخ کو جنم دیتے ہیں۔ فیضیہ ہی وہ مدرسہ ہے جہاں سے ایران کے اسلامی انقلاب کی پہلی چنگاری روشن ہوئی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کا دن اور ۱۳۴۲ھ ہجری شمسی کے عاشوراء کا دن .....
فیضیہ ہی تو تھا جس نے مقتولوں اور زخمیوں کی معتد بہ تعداد سب سے پہلے نذر کی۔ فیضیہ ہی کی سرزمین وہ سرزمین ہے جو آزادی کیلئے شہید ہونے والوں کے خون سے سب سے پہلے رنگین ہوئی، مدرسہ فیضیہ ہی کی زمین تھی جہاں علماء وروحانیین نے اپنی جماعتوں میں سب سے پہلے قربانی کا درس دیا۔ یہ فیضیہ قم ہی تو تھا جس نے اپنے جوان طالب علموں کو استقلال، آزادی اور جمہوری اسلامی کی راہ میں قربان کیا۔ امام صادق علیہ السلام کی شہادت کا دن تھا۔ چھٹے امام کے شاگرد آپ کی شہادت کا دن منا رہے تھے، اپنے مذہب کے

راہنما اور سردوسردار کے سوگ میں ڈوبے ہوئے تھے، اہل بیت عصمت وطہارت کی فضیلتیں اور فداکاریاں اور ناپاک پہلوی خاندان کے رذائل اور جرائم کی تشریح کر رہے تھے کہ اچانک خدا سے بے خبر محمد رضا پہلوی کے جلاد مدرسے پر ٹوٹ پڑے، زدوکوب اور قتل عام کا بازار گرم کردیا۔ صاحبان عزت ووقار کی تذلیل واہانت میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ چشم دید گواہوں کا بیان ہے کہ شاہ کے فوجی غنڈے علماء کو پکڑ کے مدرسہ کے حوض میں ڈبو کر تادیر پانی ہی میں دبائے رہتے یہاں تک کہ جاں بحق ہو جاتے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ کون سا ایسا ظلم تھا جو ان ظالموں نے روا نہ رکھا تھا۔ پہلوی جلادوں اور غنڈوں سے جو بھی جرم ممکن تھا کیا۔

یقیناً اسی مدرسہ میں اور اسی مدرسے سے انقلاب کی سب سے پہلی چنگاری روشن ہوئی، آہستہ آہستہ، بہ تدریج، اس ملک کے چپہ چپہ میں، ہر شہر، اور ہر گاؤں میں شعلہ بن کر پہونچ گئی، روشن فکر افراد تک پہونچی، طلبہ تک پہونچی، متعلموں تک پہونچی، بازار والوں، تاجروں اور ملازم پیشہ افراد تک پہونچی، مزدوروں اور کسانوں تک پہونچی، مذہبی اور قومی اقلیتوں تک سرایت کر گئی، بچوں تک پہونچ گئی یہاں تک کہ شیر خوار بچے بھی انقلاب کی اس آگ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے، آخر میں فوج کے اندر بھی پہونچے بغیر نہ رہی ـــ "فیضیہ" ـــ ؟ ۱۵ سال کے عرصے میں جسکی آواز ہر جگہ پہونچی، سبھوں

کو بیدار کر دیا، فیضیہ کی خون میں ڈوبے ہوئے در و دیوار نے امام صادق علیہ السلام کے مکتب نظر و فکر کے طالب علموں کے خون آلود عمامے اور لباس نے، عوام کو ۵۰ برس کی نیند سے جگا دیا، "فیضیہ" نے نعرہ بلند کیا۔ کھڑے ہو جاؤ! نظام ظلم و ستم کو کچل کر رکھ دو! امریکہ کی حکومت اور بڑی طاقتوں کے غرور و تکبّر کو نیست و نابود کر دو! ایران کا نظم و نسق مملکت ایرانی سنبھالے، اسلام حکومت کرے نہ کہ پہلوی جبابرہ، قرآن اور نہج البلاغۃ کا بول بالا ہو نہ کہ شاہ کے سفید انقلاب کی کتاب اور قانون اساسی کا، عوام بیدار ہو گئے اٹھ کھڑے ہوئے، روحانیت کی قیادت و نگرانی میں، مراجع تقلید کی تائید کے زیر سایہ، روحانیت کے منصوبے کے مطابق، مجدّد قرن حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ روح اللہ خمینی مدظلہ کی رہبری میں، انقلاب کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ ملک کا چپّہ چپّہ حرکت میں آ گیا، تمام جماعتیں شریک ہو گئیں، اعلانات تقسیم ہونے لگے، تقریریں ہونے لگیں، مسجدوں، یونیورسٹیوں میں بڑے بڑے ہالوں میں، امام باڑوں میں، دالانوں، برآمدوں اور چوپالوں میں عوام الناس کے درمیان، طالب علموں کے حلقوں میں، دانشمندوں کے بیچ مظاہرے شروع ہوئے، لاکھوں کا مجمع سیلاب صفت بن چکا ہے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج رہی ہے، خون بہا رہے ہیں، جانیں نثار کر رہے ہیں، بھرپور دفاع اور ممکنہ مقاومت بھی کی جا رہی ہے، سب کا سب اٹھ کھڑے ہوئے ہیں،

بازار والوں نے ہڑتال کر دی ہے، کمپنیوں کے ملازموں نے ہڑتال کر دی ہے، تیل کمپنی کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی ہے، قتل کئے جا رہے ہیں، قم - تبریز - اصفہان - مشہد - تہران - مملکت ایران کا ایک ایک گوشہ لالہ زار بن چکا ہے اور بنتا جا رہا ہے شہیدوں کے خون سے، کیسے کیسے شہید، جوان، نوجوان، جوانِ رعنا، پاک و صاف، شریف و نجیب، خلوص کے پیکر، صدق و صفا کے مجسّمے، حسن نیت کے حامل جان دے رہے ہیں، ایک نئے ایران کی خاطر، مسلمان ایران، احکام قرآنی کے پیرو ایران، جمہوری اسلامی کے پرتو میں پلنے بڑھنے والے ایران کے لئے ــــ آہ! اے جمعۂ سیاہ، اے ۱۷ - شہریور، جس دن ہزاروں بچوں، جوانوں بیٹیوں، عورتوں، مردوں یہاں تک کہ دودھ پیتے بچوں تک کی قربانی ہوئی، بڑی بے رحمی کے ساتھ جن کے نرم و نازک تمتمائے ہوئے، گرم، سرخ، آہنی، کومل، فولادی اور بینکھڑی جیسے جسموں کو امریکی استعمار کی آگ اگلتی ہوئی بندوقوں، رائفلوں، مشین گنوں سے جھلسا دیا گیا، چھلنی کر دیا گیا - اے سرزمین میدان ژالہ (میدان آزادی)! اے مقدس زمین! وہ زمین جو روز قیامت فخر و مباہات کرے گی، تو ہمارے عوام کی فداکاریوں کی سب سے بڑی شاہد اور گواہ ہے، تو ناپاک پہلوی حکومت کے گھناؤنے جرائم کی سب سے بڑی گواہ ہے، تیرے

وسیع دامن پر سیں خون کے دھبوں کو دھو تو دیا گیا ہے لیکن وہ مٹ نہیں سکتا، صاف نہیں ہو سکتا، وہ اس طرح جسم گیا ہے کہ کبھی صاف ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن یہ کشور ایران نہ جانے کتنے سیاہ جمعے رکھتا ہے، پندرہ برس کی طویل مدت میں، نہ صرف جمعہ ہی ہفتے کے سبھی دن، مہینے کے تمام روز، سبھی مہینے، پندرہ سال تک مسلسل سیاہ دن اپنی آغوش میں رکھتا تھا یہاں تک کہ وہ سیاہیاں کامیابی کے روشن اور منور دن پر آکر منتہی ہو گئیں ۔۔ الحمد للہ

فوجی چھاؤنیوں پر قبضہ

فوجی چھاؤنیوں پر قبضے کی داستان سبھوں نے سنی اور پڑھی ہوگی۔ ایرانی اخبارات اور دنیا بھر کے روزناموں میں کم و بیش طاغوت کے ان فوجی مراکز کے ہاتھ سے نکل جانے کی کیفیت اور تفصیل شائع ہوئی ہے۔ پھر بھی سبھی کہتے ہیں۔ یہ کیا کیا ہوا؟ حالات کون سا رخ اختیار کر گئے؟ کس طرح ممکن ہے کہ جدید ترین اور بہترین اسلحوں سے پُر اور لیس فوجی کیمپ اور چھاؤنیاں اس طرح ہاتھوں سے نکل جائیں، نہتوں کے مقابلے میں بھنچی ہوئی مٹھیوں کے روبرو ہمارے ہوائی فوج کے جیالے جوانوں نے کیا کیا؟ ہمارے غیرت دار اور بہادر ایر فورس والوں نے کیا کیا؟ دنیا کے اخباروں

نے بھی لکھا تھا کہ سچ تو یہ ہے کہ ہوائی فوج کے جانباز انقلاب کی کامیابی اور کامرانی کی کنجی بن گئے تھے۔ یہ ایمان کے حامل ہوائی فوج کے جوانوں نے اسلحہ خانوں کے دروازے کھول کر عوام کے حوالے کر دئے۔ لیکن اس جگہ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے سڑک پر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے عوام کے مجمع نے کیا کیا؟ گھڑگھڑاتے اور غراتے ہوئے دیو ہیکل ٹینکوں کو کس طرح روند کر رکھ دیا، اور راستوں میں کس طرح رکاوٹیں کھڑی کر دیں کہ مجرم اور بدکار شاہی گارڈس کی مدد کیلئے نہ پہونچ سکے۔ عوام ہر قسم کے اسلحوں سے مسلح نہ تھے۔ صرف تھوڑے بہت وہ اسلحے جو ہوائی فوج کے جوانوں نے اسلحہ خانوں کے دروازوں کو توڑ کر ان کیلئے مہیا کر دیا تھا اس کے علاوہ ان کے پاس تو کچھ بھی نہ تھا۔ واقعاً بڑی حیرت انگیز بات ہے! آج بھی کسی پر یہ راز نہ کھل سکا کہ یہ فوجی چھاؤنیاں طاغوت کے ہاتھوں سے نکل کر انقلابیوں کے قبضے میں کیسے آگئیں۔ طاغوتی لشکر کے پاؤں کس طرح اکھڑ گئے؟ یہ سچ ہے کہ دنیا کے سارے اخباروں، روزناموں اور ذرائع ابلاغ نے اس واقعہ کو بیان کیا، اس کی تفصیل لکھی اور بیان کی۔ لیکن پھر بھی لوگ سوال کرتے ہیں کہ آیا یہ ممکن ہے کہ برہنہ پا افراد اپنی بھینچی ہوئی مٹھیوں، لکڑیوں اور پتھروں کے بل بوتے پر ساڑھے چار لاکھ فوجیوں کے مقابلے میں انقلاب برپا کریں اور ان کے فوجی مراکز کے

شکست اور قبضے میں آنے تک مقاومت کرتے رہیں اور انجام کار کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ کیا یہ حقیقت ہے یا محض خواب وخیال؟ حقیقت ہے یا صرف سراب؟ میں نہیں جانتا کہ میں کیا کہوں؟ کیا جواب دوں؟ میرے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ قرآن حکیم کے دامن میں پناہ لوں اور ان سوالوں کا جواب "سورہ فیل" کو پیش کرکے دوں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل وارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف ماکول ٥

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا، کیا اس نے ان کی تمام تدبیریں غلط نہیں کر دیں (ضرور) اور ان پر جھنڈ کی جھنڈ چڑیاں بھیجیں جو ان پر کھرنجوں کی کنکریاں پھینکتی تھیں تو انھیں چبائے ہوئے بھوسے کی طرح (تباہ) کر دیا!

جو ہاتھی، جنگل کے مضبوط ترین تناور درختوں کو اپنی سونڈ کی طاقت سے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں، وہ ذیل پیکر ہاتھی ابابیل جیسی چھوٹی اور حقیر چڑیوں کی چونچ میں دبے ہوئے سنگریزوں سے چنگھاڑ مار کر فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ یہ ارادۂ خداوندی اور مشیت

پروردگار تھی۔ خدا کی مرضی کے مقابلے میں کوئی بھی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بغیر کسی ریب و شک کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایران کے اسلامی انقلاب میں اصحاب فیل کا واقعہ دہرایا گیا تھا۔ جدید ترین ٹینک ہاتھیوں کی جگہ تھے، ایران کے شریف اور غیور مسلمان نوجوان ابابیل بنے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں پتھر اور مولوٹوف کاک ٹیل ابابیل کے چونچوں میں دبے ہوئے سنگریزوں کی مانند تھے۔ واقعاً سخت تعجب کا مقام ہے، لیکن یہ صرف خدائے قہار ہی کا کام تھا، پروردگار ہی کا ارادہ تھا، ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ چھوٹے سن و سال کے جوان یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اپنی مولوٹوف کاک ٹیل کی بوتلوں سے فیل پیکر ٹینکوں کو نذر آتش کر رہے تھے، تاریخ نے اپنے صفحات پر ضبط کر لیا کہ اصحاب فیل کا واقعہ دہرایا گیا ہے اور تاریخ کی یہ شان ہے (التاریخ یعید نفسہ ــــ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے) اب بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جدّ بزرگوار عبدالمطلب کی آواز کانوں پہنچ رہی ہے، فضائیں گونج رہی ہے۔ اَنَا رَبُّ الْاِبِلِ وَلِلْبَیْتِ رَبٌّ یَحْمِیہِ ــ یعنی میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور گھر کے لئے (کعبہ) اس کا پروردگار ہے جو اس کی حمایت و حفاظت کرے گا ـــ یقیناً اس گھر کا (خانۂ کعبہ کا) ایک

خدا ہے، مالک ہے، مملکت ایران کا بھی خدا ہے۔ قرآن ہے، امام زمانہ علیہ السلام ہیں، جو ممالک خدا رکھتے ہوں، قرآن رکھتے ہوں، امام زمانہؑ رکھتے ہوں، وہ کیا نہیں رکھتے؟ وہ کس چیز کے محتاج ہیں؟ افسوس ہے ان ملکوں پر جو خدا، قرآن اور امام زمانہؑ نہیں رکھتے وہ کچھ بھی نہیں رکھتے۔

ہم پھر پلٹتے ہیں "فیضیہ" سے جمہوری اسلامی تک" کی جانب۔ پس یہ فیضیہ ہی تھا جو روحانیت کے مراکز میں سے ایک اہم مرکز ہے جہاں سے انقلاب کا آغاز ہوا اور جمہوری اسلامی کی منزل تک پہونچا۔

اسلام میں دینی مرکز کو ایک بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے، ہمارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ پہونچے تو آپ کا سب سے پہلا اہم کام مسجد کی تعمیر تھا۔ مسجد یعنی مسلمانوں کا مرکز، اسی مسجد سے مسلمانوں نے انقلابات برپا کئے، یہیں سے دفاعی امور اور ذمہ داریاں انجام دیں، انجام کار انھیں مسجدوں سے بڑی بڑی طاقتوں کے کبر و نخوت کو خاک میں ملایا تھا۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے انقلابی اقدامات انھیں دینی مراکز سے شروع کریں، مسجدوں سے، مدرسوں سے، مدرسۂ فیضیہ سے شروع کیا اور جمہوری اسلامی تک آ پہونچے۔ ان مسجدوں اور مدرسوں کی قدر و منزلت اور اہمیت کو جاننے کوشش کریں انھیں تقویت پہونچائیں، ہم نے اپنے انقلابی اقدامات مراکز سے کیا اور آخر میں یہی مراکز انقلابی کمیٹیوں کی آماجگاہ

بن گئے۔ انھیں دینی مراکز سے اپنے ملک کی ، حکومت کی محافظت اور پاسداری کرتے ہیں۔ یہی دینی مراکز غیر تمت رانقلابی محافظوں اور پاسداروں کے ذریعے اس ملک کے تین کروڑ چالیس لاکھ باشندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان مرکزوں سے ہم اپنا رابطہ نہ منقطع کریں ، ان سے دور نہ ہوں۔ سب سے پہلے مسجد اور سب سے آخر میں مسجد ہی اپنا مستقر ہونا چاہیئے ، مدرسہ بھی مسجد کا ایک جزو لاینفک ہے ۔



جمہوری اسلامی کیا ہے؟

لفظ "جمہوری" سے آپ سبھی واقف ہیں۔ کیونکہ آپ نے دوسرے ملکوں میں دیکھا ہوگا یا سنا ہوگا۔ آپ میں سے بعض حضرات تو کچھ جمہوری ملکوں میں اقامت پذیر بھی رہ چکے ہوں گے، ہوسکتا ہے ایک عرصے تک زندگی گذاری ہوگی۔ جمہوریت یعنی عوامی حکومت اور عوام کی حکومت عوام پر اس سے بھی زیادہ واضح اور سادہ لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ جمہوریت میں عوام اپنے اختیار کو حکومت کے ہاتھوں میں سونپ دیتے ہیں اور اپنی تقدیر خود اپنے ہی ہاتھوں سے متعیّن کرتے ہیں۔ صدر جمہوریہ قوم و ملّت کا نمائندہ اور کچھ مخصوص قوانین و دستورات کے مطابق منتخب و متعین کیا جاتا ہے اور اگر وہ کبھی ان قیود و آئین کی خلاف ورزی کرے تو عوام کو اسے معزول کر دینے کا پورا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ (جیسا کہ حال ہی میں جمہوریٔ اسلامی ایران کے پہلے صدر ابوالحسن بنی صدر نے قوم و وطن اور ملک و ملت سے غدّاری کی اور انھیں صدارت سے ہٹا دیا گیا)

اسی طرح لفظ "اسلامی" کے معنی بھی واضح ہے یعنی یہ جمہوریت قوانین و تعالیم اسلام کے دائرہ و حدود میں ہوگی۔ جیسا کہ دوسری

جمہوریتوں میں مروّج ہے۔ مثلاً جمہوریت کمیونزم کے اصول و قوانین کے دائرے میں، جمہوریت سرمایہ داری کے دائرہ و حدود میں، جمہوریت دیگر مکاتیب فکر کے آئین و اصول کے حدود میں۔

اس وضاحت کے بعد لفظ "جمہوریٔ اسلامی" نامعلوم مفہوم اور انجان معنی کا حامل نہیں رہ جاتا۔ یعنی یہ جمہوریت اسی اسلام کی تعلیمات اور دستورات کے مطابق اور انھیں عقائد پر مبنی ہوگی جس کے ہم آج تک معتقد رہتے آئے ہیں۔ انشاء اللہ

ایک بار ہم پھر عرض کریں گے کہ "جمہوریٔ اسلامی" کے معنی یہ ہیں کہ عوام کی خواہش کے مطابق عوام کی حکومت جس میں اسلام کی ان عالی تعلیمات اور قوانین کے دائرے میں عوام ہی میں سے ان کے نمائندوں کا انتخاب ہوگا۔ جو تعلیمات انفرادی اور اجتماعی آزادی کی ضامن ہیں۔ اور جن پر حقیقی جمہوریت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مجھے سخت تعجب ہوتا ہے جب بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم "جمہوری اسلامی" کا مفہوم ہی نہیں سمجھ پاتے۔ اسلام اور اسلام سے متعلق اور مرتبط مفاہیم و دستورات کا سمجھنا ایک نسبتی بات ہے۔ شخصیتوں کی نسبت ان کے مراتب علمی اور علم کو پیش نظر رکھ کر منسوب کرنے میں فرق ہے۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات

سے گہری واقفیت رکھنے والا اور اسلام کا ماہر جو مجتہد درجۂ اجتہاد پر فائز ہو وہی اسلام کو بخوبی جانتا ہے۔ مزدور، کسان، طلبہ، ملازم پیشہ افراد، طلاب علم دین اور عام علماء بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ اگر سبھی اندازے اور قیاس سے اسلامی تعلیمات کی روح اور حقیقی مفاہیم کو سمجھنے لگیں تو سبھی سر کھپائے بغیر مجتہد ہو جائیں کیونکہ کم از کم اس میدان میں تیس سال تک وسیع علمی سرگرمیوں، کاوشوں میں مصروف رہے اور مشقتوں کو برداشت کرے تب کہیں جا کر اس منصب عالی تک پہونچنے کا امکان ہے اور ہر ایک کیلئے محال سی بات ہے اور اس کے علاوہ سماجی نظام میں خلل بھی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ہر شخص اسلام کو اپنی سمجھ، دماغی صلاحیت اور فکری استعداد کے مطابق جان لے تو کافی ہے، اور اگر مزید علم اور وضاحت حاصل کرنا چاہئے تو کار شناس اور ماہرین کی جانب رجوع کرے۔ جیسا کہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

"فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"۔ یعنی اگر تم علم نہیں رکھتے تو صاحبان علم و دانش سے پوچھو۔ دنیا کے سارے مکاتب فکر میں یہی مروج و مرسوم ہے یہ ضرور ہے کہ عمومی سطح پر آہستہ آہستہ مسائل کی تعلیم و تربیت اور وضاحت ہوتی رہنی چاہئے اور اسلام کے مقدس مکتب فکر سے عوام کو روشناس کراتے رہنا چاہئے۔ لیکن یہ لازمی نہیں کہ ہر طبقے اور ہر قسم کے لوگوں کو اس مکتب فکر کی اتنی تعلیم دے دی جائے

جتنا اس مکتب کے راھنما اور ماہرین علم رکھتے ہیں ۔ ورنہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس ملک کے سبھی یعنی تین کروڑ چالیس لاکھ افراد ماہر اور مجتہد ہو جائیں گے اور یہ بات عقلی طور پر محال ہے اور اس کے تسلیم کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ۔

جمہوریت ـ بین الاقوامی لغت میں بے معنی لفظ

جمہوریت (ڈیموکریسی) یعنی انسان کو زبان، قلم اور عقیدے کے انتخاب میں آزادی حاصل ہونے کا نام ہے یعنی زندگی کے تمام مرحلوں میں اس شرط سے آزاد ہونا کہ دوسروں کو اس سے اذیت اور ضرر نہ پہونچے۔ آزادی کی یہی تعریف عام طور سے مروّج ہے۔ لیکن عملی طور پر آج دنیا میں ایسا نہیں ہے صرف زبانی ہی دعویٰ ہے۔ آزادی کا مفہوم اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ پوری دنیا میں جنگل کا راج اور قانون رائج ہے۔ کوئی چیز اس دنیا میں محدود اور مقید نہیں رہ گئی ہے۔ اس قسم کی ڈیموکریسی یا جمہوریت سے مراد مغربی جمہوریت ہے جو فی الحال امریکہ اور فرانس میں پائی جاتی ہے۔

چند سال قبل اس قسم کی آزادی اپنے نقطۂ عروج پر پہونچ گئی تھی فرانس میں ایک کلب قائم کیا گیا جس کا نام تھا "ننگوں کا کلب"۔ عرب اسے "نادی العراۃ" کے نام سے پکارتے تھے۔ اس کلب میں عورتیں اور مرد دونوں شریک ہوا کرتے تھے۔ اس کلب کے قانون کے مطابق جسم پر کم سے کم لباس رہنا چاہئے یا بسا اوقات ستر پوشی کرنا عورتوں اور مردوں کے لئے جائز ہی نہ تھا۔ ہر ایک کیلئے مادر زاد برہنہ رہنا لازمی تھا۔ جس طرح پیدائش کے وقت انسان

کے جسم پر کوئی لباس نہیں ہوتا (رَبِّی کَمَا خَلَقْتَنِی۔ یعنی میرے پروردگار تو نے جس طرح مجھے پیدا کیا ہے) جب فساد اپنی انتہا کو پہونچ گیا تو بظاہر اس کلب کو بند کر دیا گیا۔ اس قسم کی جمہوریت اور آزادی اسلامی منطق کی رو سے عقلی طور قابل مذمت تصور کی جاتی ہے۔ کیونکہ بنیادی طور پر یہ آزادی نہیں بلکہ لاقانونیت ہے۔

اس لحاظ سے حقیقی آزادی اور جمہوریت وہی آزادی ہے جو اسلام میں پائی جاتی ہے۔ تقریر اپنے عقائد و نظریات کی آزادی اور زندگی کے تمام مرحلوں میں عقل کی رو سے، دوسروں کے حقوق اور مطالبات کی پامالی کے بغیر، اسی قسم آزادی کہ دوسروں کی آزادی سے متصادم نہ ہو۔

اسی لئے ہمارا کہنا ہے کہ "جمہوری اسلامی" کا مرکب لفظ "ڈیموکریسی" کا محتاج نہیں جو ایک بے معنی اور لغو ولاطائل کلمہ ہے۔ بقول خطیب ملت، دانشمند معظم حضرت آقائی فلسفی دام ظلہ جمہوری اسلامی پر لفظ "ڈیموکریٹک" کا اضافہ اسلام کی توہین ہے۔ چونکہ اسلام اپنے دامن میں ہر طرح کی آزادی اور جمہوریت رکھتا ہے۔ اس لئے چنداں لفظ "ڈیموکریٹک" کی کوئی ضرورت نہیں۔ فی الحال جو ممالک اس لفظ کا فلک شگاف نعرہ لگا رہے ہیں۔ وہ دو قسموں میں بٹے ہوئے ہیں

پہلی قسم تو ان ملکوں کی ہے جہاں آزادی کا نام ونشان تک نہیں اور دوسری قسم میں وہ ممالک آتے ہیں جہاں آزادی کا مفہوم اس قدر وسعت اختیار کر چکا ہے کہ آزادی لاقانونیت کی سرحدوں تک پہونچ چکی ہے اور شرافت، ناموس، بزرگی ومکرمت اور انسانیت کے کسی معیار کا کوئی وجود ہی نہیں پایا جاتا۔

مجھے ان افراد پر سخت تعجب ہوتا ہے جو ایسے ملکوں کے دورے پر جاتے ہیں۔ جہاں وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ کسی چیز کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ واپسی پر یہ لوگ افراط یا تفریط سے کام لیتے ہوئے ان ملکوں کو "آزاد اور ترقی یافتہ ملک" کے نام سے پکارتے ہیں۔

اس قسم کے لوگوں سے یہ سوال کرنا چاہیئے کہ تم نے ان ملکوں میں کیا ترقی دیکھی کہ انھیں "ترقی یافتہ" کے نام سے پکارتے ہو، اگر یہی لوگ اسلام کے مکتب فکر کا سرسری طور پر بھی مطالعہ کریں اور دنیا کے موجودہ مکاتب فکر سے اس مقدس آسمانی مکتب فکر کا تقابل کر کے دیکھیں جو انسان کی اصلاح اور فلاح وبہبود کے لئے آیا تھا تو یقیناً ان کے منہ سے بے ساختہ آواز نکلے گی:

اے مکتب اسلام تجھ پر سلام ہو،
اے مقدس آسمانی مکتب تجھ پر سلام ہو۔

اے انسانیت کے خیر خواہ مکتب تجھ پر سلام ہو،

اے وہ مکتب کہ جس نے اپنی بلند ترین تعلیمات میں انسان کو بزرگی اور شرف کی ضمانت دی ہے،

اے وہ مکتب جس نے مرد و زن، خورد و بزرگ، سیاہ و سفید اور عرب و عجم کے حقوق کو بالکل درست اور منطقی انداز میں عملی جامہ پہنایا ہے۔

اے اسلام کے مکتب فکر کے پیغمبرؐ! تو نے ۲۳ برس تک مسلسل، شب و روز، محنت و مشقت، رنج و غم، اندوہ و ملال، مصائب و آلام اور کرب واذیت برداشت کرتے ہوئے جنگیں کیں اور زخم پر زخم کھائے اور ان شدائد میں بھی تو نے اس عظیم مکتب کی بنیاد رکھی — تجھ پر سلام ہو۔

اے خدا کے آخری پیغمبرؐ! تجھ پر سلام ہو۔

اے مکتب اسلام! تجھ پر سلام ہو۔

اے سب سے بہتر اور بلند مکتب فکر۔

سوشلسٹ حضرات کیا کر رہے ہیں؟

آپ اپنے ضمیر کو تعصب سے پاک رکھ کر انصاف کیجئے کہ "سوشلسٹ" اور "ڈیموکریٹک" لفظوں کا کیا مفہوم ہے؟ کیا اس نظریہ کے طرفداروں کے مطابق اس لفظ کیلئے کوئی جگہ ہے؟ اور کیا اس نظریہ کو عملی شکل دی جا رہی ہے؟ یا یہ کہ اس نظریے کی آڑ میں عوام کو جاہلی دور سے بھی زیادہ بدتر غلامی کے دور کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر اشتراکیت کا نظریہ ہے، مزدور کو اس کے کام کے حساب سے مزدوری ملنی چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ آج کس اشتراکی ملک میں اس حق ـــــ مزدوری کام کے حساب سے ـــــ پر عمل کیا جا رہا ہے۔ سوویت روس میں ایک ٹیکسی ڈرائیور کو ۱۵ پونڈ ماہانہ اجرت دی جاتی ہے نتیجے میں انھیں بڑی بدتر زندگی گذارنی پڑ رہی ہے۔ حالانکہ انھیں کے مقابل میں کچھ ایسے گنے چنے افراد ہیں جنھیں ان سے کئی گنا زیادہ رقم دی جاتی ہے، رہنے کیلئے ایک نہیں کئی عدد سجے سجائے فلیٹ، جن میں ہر قسم کی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں، جدید ترین ماڈل کی کاریں بھی سواری کیلئے موجود ہوتی ہیں۔ حالانکہ وہ ٹیکسی ڈرائیوروں سے کہیں کم کام کرتے ہیں یہ لوگ پارٹی کے ممبر، وزراء، حکام اور فرمانروا ہیں جنھیں ہر قسم کی آسائش

اور سامان تعیش مہیا ہیں

روس اور چین میں طبقاتی نظام

کتاب "چین میں کمیونسٹ نظام کا تجربہ" (تجویة الشیوعیة فی الصین) کا مصنف لکھتا ہے: روس اور چین میں طبقاتی نظام اپنے نقطۂ عروج پر ہے، کسانوں اور مزدوروں کو کھانے کیلئے جتنی غذا مہیا کی جاتی ہے وہ اس سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ نہیں بھر سکتے۔ لیکن وزراء اور حکام کا طبقہ اعلیٰ طبقے کی حیثیت سے اشراف جیسی بہترین زندگی گذار رہا ہے۔
سواری کیلئے اعلیٰ قسم کی جدید ترین کاریں، حسین اور خوبصورت مکانات اور بنگلے غرضکہ ان کے لئے زندگی کے سارے وسائل مہیا ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی کے سارے ارکین ہر قسم کی آزادی اور حریت کے مالک ہیں ــــ

پھر کتاب مذکور میں مصنف لکھتا ہے: "کمیونسٹ چین میں عوام چاہے وہ مزدور طبقے سے تعلق رکھتے ہوں یا کسان طبقے سے، زندگی کے اعتبار سے غیر معمولی دباؤ اور مصائب کے شکار ہیں۔ مثال کے لئے عام مزدوروں اور کسانوں کے لباس سوتی ہوتے ہیں جو انھیں سردیوں سے محفوظ نہیں رکھ پاتے، جس کی وجہ سے انھیں سخت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی کے برعکس پارٹی ممبران، وزراء اور حکام ولایتی اون کے بنے ہوئے بہترین اور قیمتی کپڑوں

کے لباس زیب تن کئے رہتے ہیں ۔

اب آیئے ذرا مزدوروں اور کسانوں کے مکانوں کا جائزہ لیا جائے ۔

سرخ چین میں ایک چھوٹے سے کمرے میں دس بارہ آدمی سوتے ہیں ۔ لیکن حکام و وزراء اور پارٹی ممبران بڑے بڑے محلوں، عالیشان اور خوبصورت مکانوں میں رہتے ہیں ۔ کتاب "گنجینۂ اطلاعات عمومی" میں لکھا ہوا ہے : کمیونسٹ چین کی ۸۰ر فیصدی آبادی کسانوں پر مشتمل ہے ۔ وہ لوگ بھرپور دولت رکھنے کے باوجود کم سے کم اس سے فائدہ اٹھا پاتے ہیں ۔

آگے چل کر کتاب "گنجینہ" میں لکھا ہے : زمانہ قدیم سے چین ایک عظیم تمدن کا حامل تھا لیکن جب انگریزوں نے مشرق میں رخنہ اندازی شروع کی یہ ملک بھی دوسرے ایشیائی ملکوں کی طرح حیرت انگیز طور پر قافلۂ تمدن سے پیچھے رہ گیا اور جبھی سے فقر و فاقہ اور مادی و روحانی دیوالئے پن کی زندگی گذار رہا ہے ۔

میرا ایک تاجر دوست بارہ مرتبہ چین جا چکا ہے ۔ اس نے مجھ سے ذاتی طور پر نقل کیا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تقریباً دس اور کبھی کبھی بارہ افراد رہتے ہیں ۔

میں نے اس سے کہا خدائے عزّ و جل کی وہ وسیع و عریض زمین کہاں گئی اور اُسے کس کام میں لایا جاتا ہے ؟

اس نے کہا : ساری زمینوں پر یا تو کاشت ہوتی ہے یا

کارخانے ہیں اور رہی قوم تو وہ مُہرے لئے اوزار کی مانند ہے جو دن رات کام کرتی ہے۔ صرف حکمراں طبقہ ہی وہ طبقہ ہے جو مال و دولت کے انبار لگاکر اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کی تکمیل پر اُسے صرف کر رہا ہے۔

روس کے رقبہ اور آبادی پر ایک نظر

"گنجینۂ اطلاعات عمومی" کے مطابق روس کا رقبہ ۸۵۹۹۷۷۶ کیلومیٹر ہے اور آبادی ۲۵،۴۳،۸۰،۰۰۰ ہے۔ سرزمین روس کے رقبے کا ۴۰ فیصدی حصّہ جنگل اور غیر معمولی معدنی و غیر معدنی ذخائر پر مشتمل ہے۔

لیکن وہ سارے ذخیرے کہاں جاتے ہیں؟ اور کس کی جیب میں جمع ہوتے ہیں؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ وزراء، کمیونسٹ پارٹی کے اراکین اور حکام جیسے معیّن طبقے کے زیر نگرانی جسے وہ اپنی خواہشوں کی تکمیل پر صرف کر کے حکومت کی مد میں دکھاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس ملک میں جو اپنے آپ کو اشتراکی ملک کی حیثیت سے روشناس کراتا ہے زبردست طبقاتی امتیاز پایا جاتا ہے۔ عوام کو کسی طرح کی بھی آزادی حاصل نہیں چند گنے چنے لوگوں کے سوا جو پورے ملک اور عوام پر چھائے ہوئے ہیں (جو کمیونسٹ پارٹی کے اراکین ہی کو حاصل ہے)

اگر روس اور سُرخ چین کو قید خانہ کہہ کر پکارا جائے تو زیادہ بہتر

ہوگا۔ روسی قید خانوں کا مجموعی رقبہ تقریباً ۸۰۰۰۰ کیلو میٹر ہے اور چینی قید خانے کا تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ کیلو میٹر ہے یا یوں کہا جائے کہ پورے ملک کے عوام قیدیوں کی زندگی گذار رہے ہیں (صرف ایک ہی طبقہ ایسا ہے جو ہر لحاظ سے آزاد ہے) یہ ہے ان ملکوں کا سوشلزم اور ڈیمو کریسی (جمہوریت) جو محض ایک لفظ کی حیثیت سے کتابوں میں ملتا ہے لیکن اس کا کوئی مصداق نہیں — صرف برسر اقتدار طبقہ جمہوریت اور سوشلزم کی آڑ میں اپنے جرائم اور خیانتوں کو روبہ عمل لاتا رہتا ہے اور کسی فرد کو اتنا بھی حق حاصل نہیں کہ وہ کچھ سوال کر سکے چہ جائیکہ کسی قسم کا کوئی نقد و تبصرہ یا اعتراض

روس میں ریڈیو اور مطبوعات کی کیفیت

۱۔ روس میں صرف ایک ہی ریڈیو اسٹیشن ہے جس کی خبریں سننا تقریباً لازمی ہے

۲۔ دوسرے ریڈیو اسٹیشنوں سے خبریں سننا، ایسے ریڈیو کا بنانا اور خرید و فروخت کرنا جو دوسرے اسٹیشنوں کو کیچ کر سکیں بالکل ممنوع ہے ۔

۳۔ نشر و اشاعت اور طباعت سنسر کی نگرانی میں ہوتی ہے مطبوعات

کی ادارت ایسے افراد کے سپرد کی جاتی ہے جن کی ادارت سے حکومت متفق ہو۔ روزنامے، اخباروں اور رسالوں کی طباعت و اشاعت غیر کیمونسٹ افراد کے توسط سے یہاں تک کہ ان کیمونسٹوں کے توسط سے بھی کسی صورت میں ممکن نہیں جو کیمونسٹ پارٹی کے باقاعدہ ممبر نہ ہوں (کتاب مسلمانان روس ص۹۰)

برادران عزیز اور خواہران محترم! یہ ہے کیمونسٹ ملکوں کی جمہوریت اور جمہوریت نوازی کی حقیقت۔ اس کے باوجود ہمارے عزیز ملک کے بعض افراد اس بات کے خواہشمند ہیں کہ وہ بھی اسی قسم کی جمہوریت کو اس ملک میں رائج کریں جو محض ایک فریب ہے اور جس کا عملی شکل میں کوئی وجود نہیں۔

روس میں مذہبی آزادی

جب حکومت کے زیر انتظام چلنے والے کسی اسکول کالج مکتب یا پھر ایسے مقامات پر جہاں چھوٹے بچوں اور طالب علموں کو علوم دینی کی تعلیم دینے کی کوئی شخص کوشش کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ بچوں کو مذہبی تعلیم و تربیت دے تو وہ حکومت کی جانب سے سزا اور تنبیہ کا مستحق قرار دے دیا جاتا ہے چنانچہ جو شخص اس قسم کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے اُسے کم از کم ایک سال کی قید بامشقت دی جاتی ہے۔

روسی دستور کی دفعہ ۱۲۲ سے ماخوذ (کتاب مسلمانان روس ص۵۰)

روس اور سرخ چین میں مسلمانوں کی حالت

عربی میں لکھی گئی کتاب (تجربۃ الشیوعیۃ فی الصین) اور "ماساۃ المسلمین فی ظل الصین الشیوعیۃ" میں ہے

"چھ کروڑ سے زیادہ مسلمان روس میں آباد ہیں جو روس کی کل آبادی کا تقریباً چوتھائی حصہ ہیں۔ اس کے باوجود انھیں انفرادی، اجتماعی اور مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے اور بڑی گھٹی ہوئی فضا میں زندگی کے دن گذار رہے ہیں"

"چین میں تقریباً آٹھ کروڑ مسلمان ہیں۔ جنہیں ذرہ برابر بھی حقوق کہیں اور کسی مقام پر حاصل نہیں۔ وہ اپنی مذہبی رسومات کو بھی ادا کرنے کا حق نہیں رکھتے اگر کبھی کوئی دین و مذہب کے مسئلے میں تھوڑے بہت مظاہرے کی جرأت کرتا بھی ہے تو اُسے پوری قوت کے ساتھ کچل دیا جاتا ہے۔ اشتمالیت (کمیونزم) کے زیر سایہ اس قسم کی جمہوریت پروان چڑھ رہی ہے۔ لیکن اسلام کے زیر سایہ پلنے والی جمہوریت میں تمام مذہبی اور قومی اقلیتوں کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوتی ہے اور ایک دوسرے حقوق کا پاس و لحاظ رکھا جاتا ہے یعنی دوسروں کو بھی ہر طرح کی آزادی اور مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ غرضکہ اسلام میں آزادی روئے زمین پر پائے جانے والے مختلف نظاموں میں پائے جانے والی آزادی

سے کہیں زیادہ مختلف اور بلند و برتر ہے۔ اسلام کا کھلے بندوں اعلان ہے:
آزاد رہو اور دوسروں کی آزادی کے طالب رہو۔ دوسروں کیلئے اذیت اور آزار کا سبب نہ بنو۔ دوسروں کا امن وچین اور دوسروں کی آزادی نہ چھینو۔

اشتراکیت (سوشلزم) سے اشتمالیت (کمیونزم) تک

آج جہاں کہیں بھی اشتراکیت (سوشلزم) ہے۔ حقیقتاً وہاں اشتمالیت (کمیونزم) ہے۔ اگرچہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے فی الحال دنیا میں سوشلزم جیسی کوئی سوشلسٹ حکومت نہیں جہاں سوشلزم پایا جاتا ہو۔ لیکن یہ ایک پُرفریب لفظ ہے۔ صرف لفظ کی حد تک، اس لفظ کا صحیح مفہوم تو آج تک معرض وجود ہی میں نہیں آیا۔ لیکن جس مقام پر کارل مارکس یہودی اور انگلس یہودی سے بھی بدتر دونوں نے اپنی مرضی کے مطابق سوشلزم کو اپنے پُرفریب لفظوں کے جادو سے منزل کمال تک پہونچا کر کمیونزم کے مکتب فکر کی بنیاد رکھدی۔ کمیونزم کے مطابق مزدوری و اجرت ضرورت کے مطابق ملنی چاہیئے۔ اگر تم دن میں سو روپے کی قیمت کے برابر مزدوری کرو اور تمہاری ضرورت صرف پچاس روپے میں پوری ہو جاتی ہے تو حکومت سے صرف پچاس روپے لو۔ باقی پیسے روس کے محل نشینوں کے حساب میں ڈال دو۔

یہ ہے عدالت اور انصاف، یہ ہے جذبۂ برادری کا مظاہرہ، یہ

ہے حقیقت و واقعیت ۔ اس لئے کہ تم اپنے آپ پر بھی اختیار نہیں رکھتے ، بنیادی طور پر مسلوب الاختیار رہو ۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ یہ مکتب فکر سرمایہ داری کے نظام کو کچلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے سامراجیت سرمایہ داری کی سب سے زیادہ بری شکل ہے ۔ کیونکہ اس نظام میں سماج طبقوں میں بٹا ہوا ہوتا ہے ۔ حالانکہ خود کمیونزم بھی ایک قسم کی سرمایہ داری ہے اور سامراجیت سے بھی زیادہ برا نظام حکومت ہے ۔

ہٹلر کہا کرتا تھا : کمیونزم حقیقت میں ایک ایسا مورچہ ہے جسے یہودیوں نے اپنے منافع کی حفاظت کیلئے مشرقی یورپ میں تیار کیا ہے ۔ جیسے مثل مشہور ہے کہ گدھا وہی گدھا ہے البتہ اس پر کی کاٹھی بدل گئی ہے ۔

امریکی سامراجیت اور روسی اشتراکیت کے مابین فرق

دنیا کی ان دو بڑی طاقتوں کے زبردست پروپاگنڈوں سے متاثر ہو کر انسان بہرحال کسی ایک جانب مائل ضرور ہوگا۔ لیکن جب وہ بغور مطالعہ کرتا ہے تو ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے کہ وہ اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ کمیونزم بھی سرمایہ داری کی ایک بدلی ہوئی شکل ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ سرمایہ دار ملکوں میں مٹھی بھر افراد ساری دولت کے مالک ہوتے ہیں اور وہی مکمل طور پر آزاد رہتے ہیں لیکن روس اور چین جیسے کمیونسٹ ملکوں میں پوری قوم کی دولت حکومت کے قبضے میں ہوتی ہے اور ارباب حکومت اُسے جسطرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں روس میں لینن اور چین میں ماؤسی تنگ نے مال و دولت کو سنگینوں کی نوک پر طاقت کے ذریعہ سرمایہ داروں سے چھین کر، دوسرے لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیا اور ان کے ساتھ لفظ حکومت کا اضافہ بھی کر دیا۔ یعنی سرمایہ دار حکام اور فرمانروا۔ درحقیقت یہ سرمایہ داری کی بدترین شکل ہے جس میں لاٹھیوں اور تازیانوں کے زور سے ان سرمایہ دار حکام کی خواہشوں اور تمناؤں کو رو بہ عمل لایا جاتا ہے

جو حاکم طبقے سے ہیں۔ کسی ایک فرد بشر کو چھوٹا موٹا سوال کرنے کا بھی حق حاصل نہیں ہوتا اور اگر کوئی باز پرس کی جرأت بھی کرتا ہے تو کچل کر رکھ دیا جاتا ہے، مخالف انقلاب و عوام گردانا جاتا ہے ۔

وائے ہو اور مردہ باد اے سامراجیت اور اشتراکیت، زندہ باد اے مکتب انسان یعنی اسلام، اے ہر قسم کے آزادی کے حامل، اے ہر جیت کی جمہوریت کے مالک، اسلام میں ہر ایک کو پوری پوری آزادی حاصل ہوتی ہے، کوئی شخص کسی پر ظلم نہیں کر سکتا، دولت مندوں کی دولت حساب سے ہوگی شرط یہ ہے کہ چوری نہ کی ہو، بدعنوانی کا ارتکاب نہ کیا ہو اور اس حد تک کہ دولت ایک ہی جگہ منجمد ہو کر نہ رہ جائے، اس طرح کہ ایک اپنے فریب اور دھوکہ بازیوں سے بڑے بڑے مکانوں، محلوں اور کارخانوں کے مالک بن جائے اور دوسرا ایک ملی میٹر زمین بھی نہ پائے۔

نہیں نہیں، ہم نہ تو سرمایہ داری چاہتے ہیں اور نہ کمیونزم ہمیں اسلام چاہئے، اسلام کی ضرورت ہے، صرف جمہوری اسلامی کے طالب ہیں جو عوام کے ہر طبقے کی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی آزادی کے ساتھ لازم و ملزوم بنا دے اور اس پر عمل بھی کیا جائے ۔

دنیا میں رسوائی

چند سال قبل ماؤسی تنگ کی زندگی میں کیسنجر جب امور خارجہ کی

وزارت کے عہدے پر فائز تھے کمیونسٹ چین کا دورہ کرتے ہوئے پکنگ گئے ۔ماؤسی تنگ نے ایک نہایت معمولی کاٹیج میں اس کا استقبال کیا۔ اس کاٹیج پر ریشمی فرش کے بجائے سادے قسم کا فرش بچھا ہوا تھا۔کاٹیج کے ایک گوشے میں ریفریجیریٹر کے بجائے مٹی کے ایک ظرف میں پانی بھرا ہوا رکھا تھا تاکہ ہوا کے اثر سے پانی خنک ہوتا رہے ۔

چونکہ کیسنجر ماؤ کو بخوبی پہچانتا تھا اور اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ یہ سب کچھ دکھاوا ہے (چونکہ دنیا بھر میں بدنام افراد ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں) اس لئے اُس نے کہا: جناب ماؤ! آپ یہ کس قسم کی زندگی بسر کرتے ہیں ؟ ماؤ نے جواب دیا: پھر کیا کروں ؟ چونکہ اس ملک میں ہم سبھوں کو یکساں زندگی گذارنا چاہئے تاکہ کسی کو کسی قسم کی تکلیف کا احساس نہ ہو ۔ اسی لئے ایسی زندگی اپنائی ہے ۔

کیسنجر نے قدرے جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا : آپ ان اخبار نویسوں پر یہ اثر قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ خبر پوری دنیا میں منتشر ہو جائے ۔ حالانکہ میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں کہ جناب کے پاس کیسے کیسے خوبصورت اور شاندار مکانات ہیں اور دنیا کے بین الاقوامی بینکوں میں آپ کا کتنا سرمایہ جمع ہے ۔ آپ مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں ؟

پروردگار تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو ان مفسدانِ فی الارض کو خود ایک

دوسرے کے ہاتھوں کس طرح ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ اور ان کے چھپے ہوئے رازوں سے کس طرح پردہ اٹھاتا ہے۔ ان شیطانی اور فریب دہندہ مکاتب کی کی حقیقتوں کو دنیا کے قوموں کے سامنے، آئینہ کی مانند رکھ دیتا ہے تاکہ ساری دنیا کے جوان اس امر سے واقف وآشنا ہو جائیں کہ اسلام حق ہے اور اسلام جس بات کا دعویٰ کرتا ہے اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام اپنے غلام قنبر کے ساتھ بازار تشریف لے جاتے ہیں اور لباس خریدتے ہیں۔ ایک لباس کی قیمت دو درھم ہوتی ہے اور دوسرے کی چار درھم۔ دو درہم والا لباس خود امیرالمومنینؑ زیب تن فرمالیتے ہیں اور چار درھم والا لباس اپنے غلام کو پہنا دیتے ہیں تاکہ فقراء درد فقر کا مزہ نہ چکھنے پائیں۔

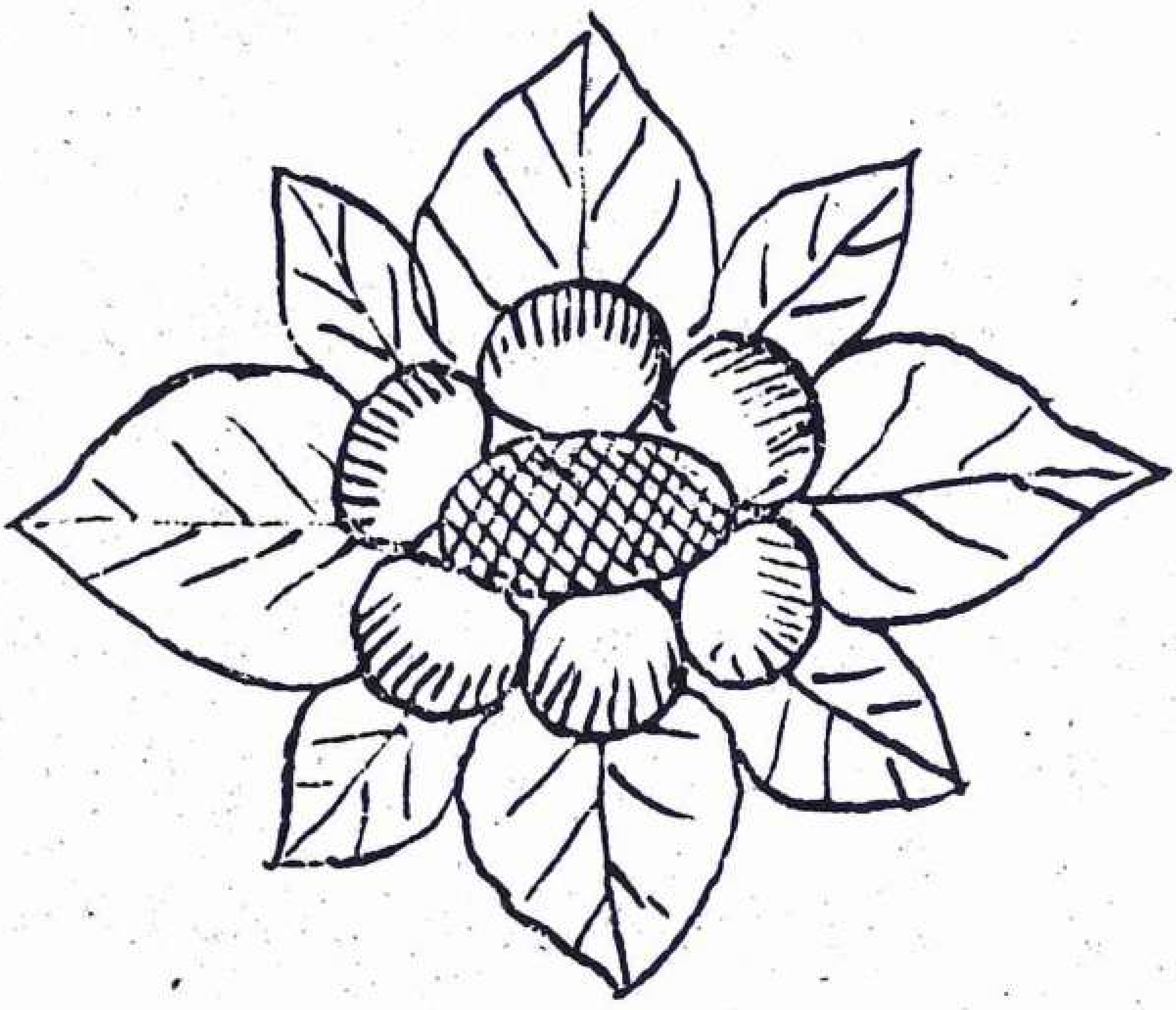
ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ءاَرْضیٰ بان یقال امیرالمومنین ولا اشارکھم فی مکارہ العیش" یعنی کیا میں اس بات کو پسند کروں کہ مجھے امیرالمومنین کہا جائے اور میں مومنین کے آلام ومصائب میں ان کا شریک وسہیم نہ بنوں ــــ بے شک اے مرد حق پرست! تو ہی مومنوں کا امیر ہے تو اپنی ذات کو غذا، لباس اور زندگی کے جملہ معاملات ومسائل میں مومنین کے برابر تصور کرتا ہے اے حق کے راہنما! تجھ پر بے شمار درود وسلام، اے سچ بولنے والے، اے سچائی کی تصدیق کرنیوالے تجھ پر سلام ـــ

جو ذاتِ گرامی اسلام کی بنیاد رکھنے میں خاتم الانبیاء کے دوش بدوش شریک و سہیم رہی ہو اس کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نزول وحی کے وقت غار حرا میں علی سے فرمایا تھا

اِنَّکَ تسمع ما اسمع وتری ما اریٰ الا انَّکَ لست بنبیٍّ

یعنی اے علی جان پیغمبرؐ! جو میں سن رہا ہوں تو سن رہا ہے اور جو میں دیکھ رہا ہوں تو دیکھ رہا ہے فرق اتنا ہے کہ تو پیغمبر نہیں ہے



قصاص اور زندگی

قرآن کریم کے حیات بخش احکام میں سے مسئلہ قصاص (بدلہ) بھی ہے جس میں مسلمانوں کی زندگی اور بہبودی مضمر ہے۔ قرآن پوری وضاحت کے ساتھ اس حیات بخش مسئلے سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہتا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ۔ اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے صاحبانِ نظر! ـــــ مجرموں کو ان کے کیفرِ کردار تک پہونچنا ہی چاہئے۔ مظلوم کا خون رائیگاں نہ جانے پائے ظالموں سے مظلوموں کا حق ملنا ضروری ہے۔ آخر ظالم کو شکست و ناکامی اور مظلوم کو کامیابی و کامرانی ملنی ہی چاہئے۔

انقلابی عدالتیں پہلوی حکومت کے حکام اور فرمانرواؤں کے جرائم اور ان کی بدعنوانیوں کی تفتیش و تحقیقات کیلئے قائم کی گئی ہیں تاکہ بڑی طاقتوں کے ایجنٹوں کا خاتمہ ممکن ہو سکے اور خزانے میں جمع کی ہوئی دولت کو حقداروں اور مالکوں تک پہونچایا جا سکے۔ شاہ کے ان گرگوں نے کیا کچھ نہیں کیا اور خود شاہ نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی جسے دنیا کے انصاف پسند افراد خصوصاً ملت ایران ہرگز فراموش نہیں کر سکتی۔

اور فراموش کرے بھی کیسے ؟ - آج ملت! ان جانبازوں کی فریاد وزاری کی آوازیں کیسے بھول سکتی ہے جنہوں نے دین ومذہب اور عوام کیلئے ظالموں اور جفا کاروں کے اذیت گھروں میں تڑپ تڑپ کر اپنی جانیں قربان کر دی ہیں ان تباہکاروں اور ایجنٹوں نے ایرانی عوام کا اربوں روپیہ چرایا اور اٹھا لے گئے - ان کے بے شمار جرائم اور ان کی ان گنت بدعنوانیوں کو کہاں تک بیان کیا جائے بس یہ سمجھ لیجئے کہ پورے ملک کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا، اجاڑ دیا، ویرانے میں بدل دیا اور چلے گئے

اسلامی انقلاب کی عدالتیں انھیں جرائم اور بدعنوانیوں کی تحقیقات کے لئے قائم ہوئی ہیں - تاکہ خیانت کرنیوالوں کو کچل دیا جائے، مظلوموں اور مجبوروں کا حق ان تک پہونچایا جائے - اور جدید خیانتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے - (جیسے بنی صدر اور ان کے ہمدم وہم آواز مجاہدین خلق وغیرہ کی خیانتیں)

چونکہ ایران کی مسلمان قوم اسلامی تربیت کے گہوارے میں پل کر بڑھی اور جوان ہوئی ہے اس لئے اس کے دلوں میں جذبہ ہے، رحم ہے - اسی بنا پر اس نے ان مجرموں کے نہ جانے کتنے کالے کرتوتوں کو نظر انداز کر دیا ہے - آج دنیا کے مختلف گوشوں سے آواز بلند ہو رہی ہے کہ انھیں کیوں قتل کیا جا رہا ہے ؟ بس اب بہت ہو چکا - ان کے بھی بال بچے ہیں - بے شک ایسا ہی ہے، مسلمان جذبات رکھتا ہے، انسانیت کا حامل ہوتا ہے، لیکن یہ بھی نہ

بھولے کہ ملت ایران کے تقریباً دو لاکھ قربانی دینے والے افراد بھی بال بچے رکھتے تھے، ان کے بھی مائیں تھیں، بہنیں تھیں، بھائی تھے، یہ مجرم جو جانے پہچانے ہیں ان کا نابود ہو جانا ضروری ہے، ان کا قتل ملک و ملت کے مفاد میں ہے یہ ملت ایران کے بدن میں سرطان کی مانند ہیں۔ اگر بدن کا وہ حصّہ جس میں سرطان ہے جُدا نہ کیا گیا تو پورے بدن میں پھیل جائے گا، اور نتیجے میں ہلاکت یقینی ہے، ان مفسدوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا لازمی ہے تاکہ اسلامی انقلاب اپنی ارتقائی منزلوں کو طے کرتا ہوا آگے بڑھتا رہے، جاری رہے

• ترحّم بر پلنگِ تیز دندان   ستمگاری بود بر گوسفندان

ترجمہ: تیز اور دھار دار دانت رکھنے والے تیندوے پر رحم بھیڑ بکریوں پر ظلم ہوگا

ہویدا، نصیری، خسرو داد اور ان کے ہم نظر و ہم خیال افراد نیز ان لوگوں کو جنھوں نے امریکی کرایہ داروں اور مزدوروں کی رہنمائی میں پورے ملک کو خاک و خون میں سنھیٹر کر رکھ دیا تھا، انھیں ان کے کیفر کردار تک پہونچنا ہی چاہئے تھا، دنیا ہی میں آخرت سے پہلے انھیں ذلیل و رسوا ہونا ہی چاہئے تھا اور آج بھی ہونا چاہئے، آخرت میں تو دردناک عذاب کا مزہ چکھیں گے ہی۔

اسلامی عدالتیں بڑی غیر جانبداری سے تحقیقات اور چھان بین کرتی آئی ہیں بہر حال جرم کے مطابق سزا دے رہی ہیں یا تو قصاص لیتی ہیں، اور اگر کوئی بے گناہ ثابت ہو جاتا ہے تو معاف کر دیتی ہیں، یا اصلاح کیلئے قید کی سزا

دیتی ہیں یا اگر بدعنوانی کا مرتکب ہوتا ہے تو مال ضبط کر کے دو چار کوڑے لگوا دئے جاتے ہیں۔ اگر یہ عدالتیں نہ قائم کی جائیں تو جرم و خیانت کا سلسلہ کبھی نہ بند ہوتا۔ اس کے باوجود آج بھی جرائم ہو رہے ہیں مگر اس پیمانے پر نہیں۔ اس قسم کی عدالتوں کا ہونا تو ضروری ہے تاکہ زندگی آرام، اطمینان اور خوشحال گذرے، صلح و صفا اور محبت و دوستی کا ایک نیا باب شروع ہو۔ عدالتوں کے احکام اور ان احکام کی تعمیل سچ پوچھئے تو مظلوموں، محروموں اور شہیدوں کے پسماندگان کے زخمی اور مجروح دلوں کیلئے مرہم کا کام کرتے ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ"

اگر مفسدوں سے روئے زمین اور ارض وطن سے پاک نہ کیا جائے گا تو ہمیشہ ملک و قوم کیلئے خطرہ بنے رہیں گے

جنگ بنی قریظہ کے خاتمے پر امیر المومنین علیہ السلام اور زبیر بن العوام نے سات سو مفسد اور لڑاکا یہودیوں کو ایک خندق کے کنارے لیجا کر سبھوں کا سر قلم کر دیا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے معافی کا کوئی حکم نہ صادر ہوا کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کی صلاح و فلاح اسی اقدام

ہیں یعنی انھیں قتل کر دینے ہی میں تھی ۔

تین کروڑ ساٹھ لاکھ خفیہ پولیس

ایران کے اسلامی انقلاب کے دوران واقع ہونے والی عجیب وغریب باتوں میں سے ایک عجیب بات مجرموں کی گرفتاری بھی تھی ۔ اندرون ملک اور بیرون ملک یہ سوال کیا جاتا تھا کہ جب خفیہ پولیس کا کوئی نظام نہ تھا تو یہ مجرم کس طرح گرفتار ہو گئے اور پھر اپنے کیفر کردار کو پہنچا دئے گئے ۔

سبھی کو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ انقلاب اگر عوامی انقلاب تھا تو سارے عوام نے مل کر انقلاب برپا کیا تھا اور خلوص دل سے اس انقلاب میں حصہ لیا تھا ۔ چنانچہ عوام ہی نے مجرموں کو گرفتار بھی کیا تھا عوام ہی نے خفیہ پولیس کا کام انجام دیا تھا اور ایسی سرگرمی اور جدوجہد کا مظاہرہ کیا تھا جس کے لئے انھیں نہ تو کوئی اجرت ملنے والی تھی اور نہ مزدوری بلکہ یہ ضرور ہے اس کے بدلے میں انھیں عزت و شرف کی دولت ہاتھ آئی ۔ وہ جانتے تھے کہ اس کام سے قوم کی کھوئی ہوئی عزت واپس آجائے گی ۔ مظلوم کی

نصرت بھی ہو جائے گی۔ اور ظالم اپنے کیفر کردار تک پہونچ جائینگے۔ مجرموں کو بھی کچل دیا جائے گا۔ انجام کار ایک ایسا جدید ملک وجود میں آجائے گا جو مشرقی اور مغربی بلاک سے آزاد ہوگا۔ اسی لئے اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ایران میں تین کروڑ ساٹھ لاکھ خفیہ پولیس پائی جاتی ہے یعنی ایران کے باشرف عوام ہی ایران کی جمہوری اسلامی کی پولیس ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

کیا دنیا میں کوئی ایسی بڑی طاقت ہے جو اتنی بھاری تعداد میں مخلص ترین خفیہ پولیس رکھتی ہو؟ یقیناً اس کا جواب "نہیں" میں ہوگا۔

جس دن خسرو داد گرفتار ہوا سبھوں کو سخت حیرت ہوئی کہ آخر کس طرح گرفتار ہوگیا؟ خسرو داد اپنے بال بچوں کے ساتھ ایک فرزند ہیلی کوپٹر میں فرار کر رہا تھا۔ ظہر کے قریب بندر عباس میں گرفتار کر لیا جاتا ہے اور تہران واپس لایا جاتا ہے جہاں وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا دیا گیا۔

بغیر کسی شک و تردید کے کہا جا سکتا ہے ایران کے جمہوری اسلامی میں تین کروڑ ساٹھ لاکھ خفیہ پولیس سرگرم ہے۔ خاص طور پر مخلص باشرف اور غیرت دار پاسداران انقلاب اسلامی

دوسرے لفظوں میں ہم انھیں قرآن کے پاسدار، دین و مذہب کے پاسدار، عزت و ناموس اور بزرگی کے پاسدار۔ ہم سب خواب ناز میں محو رہتے ہیں لیکن پاسدارانِ انقلاب ہمیشہ بیدار اور ہوشیار رہتے ہیں۔ ان کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ وہ بھی سو جائیں۔ کیونکہ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ دشمن بیدار ہے۔ صرف موقع کا منتظر ہے، لہذا ہم جاگتے رہیں تاکہ عوام مطمئن رہیں بہ چین سے سوئیں، اپنے سینوں کو قوم و ملت کے لئے ڈھال بنا دیا ہے، کس قدر؟

انقلاب کی کامیابی کے دن سے آج تک نہ جانے کتنے قتل کر دیئے گئے۔ نہ جانے کتنوں نے شہادت نوشش کیا اور کر رہے ہیں صرف اس لئے کہ عوام کے ہونٹوں تک شربت دنیا کے لذت بخش جام پہونچ سکیں۔ وہ تو قتل ہو رہے ہیں، اپنی جانیں نثار کر رہے ہیں فقط ملت کی زندگی کیلئے، اپنی جوانی نچھاور کر رہے ہیں ملک و وطن کے نوجوانوں کی زندگی محفوظ رکھنے کیلئے۔

حقیقتاً یہ وہی لوگ ہیں جو خلوص دل سے بغیر کسی لالچ، یا امید کے انقلاب کے شاداب درخت اور جمہوری اسلامی کے سرسبز پودوں کی حفاظت اور نگہبانی کر رہے ہیں۔ صرف اس امید پر کہ ملک و قوم رہبر عالی قدر آیۃ اللہ خمینی کے حکم پر چل کر

اور وقت کی ضرورتوں اور جدید تقاضوں کو پوری کرتی رہے تاکہ حکومت خود کفیل ہو کر زیادہ سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو جائے

انقلاب اسلامی کے یہ جیالے پاسدار، بار بار کڑی آزمائشوں سے گذر رہے ہیں۔ خوش قسمتی سے ہر امتحان میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں اور پھر جمہوری اسلامی سے ان کے خلوص اور ان کے یقین و اعتماد میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایک نہیں بلکہ کئی بار ایسے اتفاقات پیش آئے کہ پاسداروں نے پہلوی حکومت کے کسی سربراہ کو گرفتار کیا۔ انہوں نے رشوت کے طور پر پاسداروں کو بھاری رقم کی پیشکش کی لیکن پاسداروں نے ان کی پیشکش کو نہ صرف ٹھکرا دیا بلکہ اس کے برعکس انھوں نے ان مجرموں کی فرد جرم میں اس پیشکش کو ایک اور دستاویز بنا کر اضافہ کر دیا۔ پاسداروں میں سے ایک ذمہ دار شخص نے مجھ سے خود نقل کیا تھا۔ پاسداروں نے ایک مجرم کی شناخت کر کے اُسے گرفتار کر لیا۔ راستے میں اس مجرم نے ۵ لاکھ نقد اور زمین کے ایک پلاٹ کی پیشکش کی تاکہ وہ اسے آزاد کر دیں۔ چنانچہ ۵ لاکھ کا چیک لکھ کر اس پر دستخط بھی کر دی اور ایک کاغذ پر اکرسٹا (عہد نامہ) بھی لکھ دیا کہ وہ بعد میں تشریف لائیں ہم ایک قطعہ اراضی (زمین) ان پاسداروں کے نام کر دیں گے۔ پاسداروں

نے اس چک اور اس کاغذ کو انقلابی عدالت کے حوالے کر دیا جو اس کے جرائم کی دستاویزوں میں سے ایک مزید دستاویز کی حیثیت سے شامل کر دیا گیا ۔

یہ ہے وہ مخلص خفیہ پولیس جو دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں پائی جاتی۔ اے انقلاب کے پاسدارو! تم پر سلام، اے غیرتمند اور مخلص پاسدارو! اے جوان اور شرافت کے حامل پاسدارو! تم خدا کی حفاظت اور نگہبانی میں ہو، تم حضرت حجۃ بن الحسن المہدی علیہ السلام کی عنایات کے زیر سایہ ہو، تم نے اس انقلاب اور انقلاب کی حفاظت میں بہت زبردست رول ادا کیا ہے اور تمہارا اس انقلاب میں بہت بڑا حصہ ہے ۔

انسانی حقوق کی محافظ جماعت

انسان نے جب سے اپنے آپ کو پہچانا ہے اور اپنے وجود کا مظاہرہ کرنا شروع کیا۔ کچھ لوگ انھیں انسانوں کیلئے مگرمچھ کے آنسو بہاتے منظر آئے، ہمیشہ بڑی طاقتیں بشریت کی جانب سے دفاع کے نام پر "انسان مخالف جرائم کا ارتکاب کرتی آئیں ہیں" یہ "انسان" ہمیشہ سے جباروں، ظالموں، مغروروں اور مفسدوں کا لقمہ

تر بنا رہا لیکن اس کے حقوق کے حصول کے عنوان سے وہ ہمیشہ آلام و مصائب کا شکار رہا مگر فلاح و رفاہ کے نام پر، انبیاء علیہم السلام کے مکتب فکر اور مدرسۂ نظر کے سوا کسی مکتب فکر و نظر اور کسی بھی طاقت نے انسانی حقوق کو حاصل کرنے کی جانب مخلصانہ اقدام نہیں کیا۔

عہد حاضر تک جب دنیا کی بڑی طاقتیں دنیا کی کمزور اور مظلوم قوموں کو خاک و خون میں غلطاں کر رہی ہیں، حکومتوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر رہی ہیں۔ اس کے باوجود انجمن اقوام متحدہ کی تشکیل بھی کر رہی ہیں۔ دنیا کی پس ماندہ اور کمزور ملکوں اور قوموں کی دولت اور ان کے سرمایہ کی لوٹ کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں لیکن ساتھ ہی وزارت نو آبادیات کا قیام بھی عمل میں آرہا ہے۔ مکروہ، گھناؤنی اور زمین خدا کو جہنم زار بنانے والی سیاست کو دنیا کے ہر ایک ملک میں بروئے کار لایا جارہا ہے جہاں ایک طرف انسانی حقوق کے ماہروں کی انجمن قائم کرتے ہیں دوسری جانب کمزور قوموں کا قتل عام بھی روا رکھے ہوئے ہیں انھیں نیست و نابود کر رہے ہیں اور طرفہ تماشا یہ کہ قاتلوں اور مجرموں کو معاف کر دینے کی بین الاقوامی انجمن کی بنیاد بھی رکھی جارہی ہے۔

حقیقت میں اس قسم کی انجمنیں اور اس طرح کے ادارے سرے سے توسیع پسند طاقتوں اور غاصبوں کی سیاسی بازیگری کا ایک حصّہ ہیں جو بڑے خلوص اور پورے انہماک سے انھیں طاقتوں کی مفادات کے حق میں سرگرم ہیں۔ اقوام متحدہ نے آج تک کس ملک کی خدمت کی ہے؟

معاف کی بین الاقوامی انجمن نے آج تک اس دنیا کی کس قوم کی فلاح کیلئے کام کیا ہے؟ نوآبادیاتی وزارتوں نے کن ملکوں کو آباد اور خوشحال بنایا ہے؟ نفع خوری، فریب دہی، غارتگری، فتنہ انگیزی، تفرقہ پردازی اور غاصبانہ قبضے کے سوا دوسری قوموں کیلئے ان انجمنوں اور اداروں نے کیا ہی کیا ہے؟

انسانی حقوق کے ماہروں کی انجمن کو انسانی حقوق کے پامال کرنیوالوں کی انجمن کا نام دینا زیادہ مناسب اور بہتر ہوگا آخر اس نے آج تک کس انسان کو اس کا حق دلوایا ہے؟ کیا یہی انجمن پہلوی حکومت کے زمانے میں ایران نہیں آئی تھی اور پہلوی جلادوں کے جیلوں کا معائنہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ سب کچھ درست اور قابل اطمینان ہے۔ آخر ہمارے علماء، طلاب اور عوام کو کن قید خانوں اور جیلوں میں اذیتیں دی گئی تھیں۔؟ جس کے سبب وہ تڑپ تڑپ کر درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے تھے۔ کیا یہ وہی اذیتناک قید خانے نہ تھے جن پر حقوق انسانی کے محافظوں نے اپنی رضامندی

اور اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ حقوق انسانی کی محافظ ن
کہاں تھی اور اس مملکت کے ان سیاہ دنوں میں کہاں تھی؟ اور جب عالمگیر پیمانے پر مشہور مجرموں کو ان کے کیفر کردار تک پہونچایا گیا اور جب ان کو موت کی سزا مل جانے پر انسانیت نے اطمینان کی سانس لی تو انسانی حقوق کے محافظوں کی انجمن "اس سزا پر احتجاج کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی" طرح طرح کے اعتراض وارد کرنے لگی ۔ یہ انجمن اس وقت کہاں تھی جب پہلوی حکومت کے باقیماندہ افراد کی سازش سے کردستان میں ہمارے عزیز جوانوں کا قتل عام کیا گیا تھا۔ گنبد کے روح فرسا حادثہ کے وقت یہ کہاں سو گئے تھے جب ہمارے ۲۰۰ جوان بڑی بے رحمی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دئے گئے تھے، آج یہ بشریت کے ہمدرد کدھر چھپے بیٹھے ہیں جب روزانہ ۶-۷ پاسدار اور ملک کی چیدہ چیدہ عظیم سیاسی، مذہبی اور سماجی شخصیتیں بڑی طاقتوں کے گرگوں اور کرائے کے ٹٹوؤں کے ہاتھوں گولیوں کا نشانہ بنائی جا رہی ہیں ۔۔۔ ہمیں اس جمعیت سے کسی قسم کی امید قطعاً نہ رکھنی چاہئے۔ کیونکہ اس نے اپنا نام :

انسانی حقوق کے جانکاروں یا بالفاظ دیگر انسانی حقوق کے محافظوں کی انجمن رکھا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو انسانی حقوق

کے واقفکار تو ضرور ہیں ۔ انسانی حقوق کو پورے طور پر پہچانتے بھی ہیں لیکن ان کے حقوق کی طرف سے دفاع نہیں کرتے ۔ یہ توان کا عظیم جرم ہے بلکہ ایک طرح سے انسانی حقوق کے ساتھ خیانت ہے۔ اس لئے کہ وہ انسانی حقوق سے واقف تو ہیں لیکن ان کے حصول کی کوشش نہیں کرتے۔ یا پھر ان لوگوں کے نزدیک انسانی زمرے میں صرف بڑی طاقتیں ہی آتی ہیں۔ شاید ان کے عقیدے کے مطابق انسانوں کا اطلاق انھیں چند نفوس پر ہوتا جنہوں نے دنیا کو آپس میں بانٹ لیا ہے ۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم (انجمن محافظان حقوق انسانی) کا میری سمجھ میں نہیں آتا

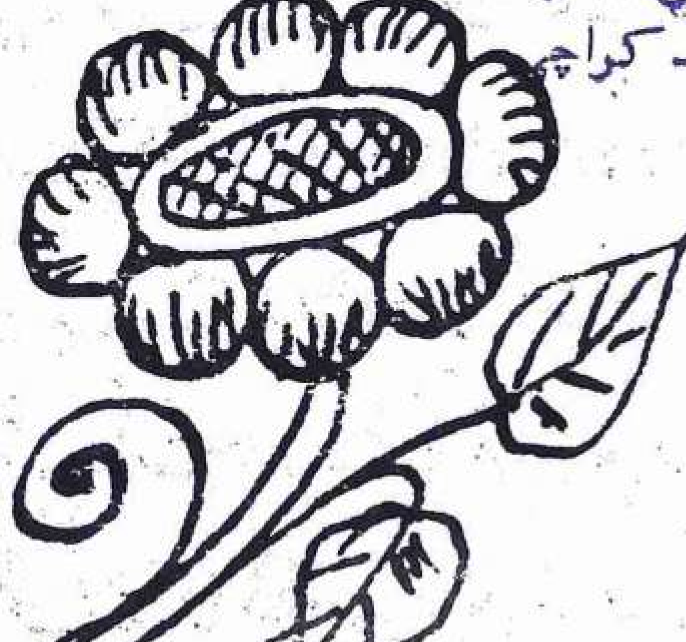
اے انسان ، اے آدم کے بیٹو ! بیدار ہو جاؤ ! ہوشیار ہو جاؤ ، اس بات کو نظر انداز نہ کرو کہ تمہارے ہی نام پر تمہارا قتل عام ہو رہا ہے ، تمہاری دولت اور تمہارا سرمایہ لوٹ کر، مال غنیمت سمجھ کر، لٹیرے لئے جا رہے ہیں ، بہت ہو چکا، اب اٹھ کھڑے ہو، اپنے حقوق کی طرف سے دفاع کرو ، دشمنوں پر ٹوٹ پڑو ، ان کو نیست و نابود کر دو ، ان کی ساری نشانیوں کو مٹا دو ، ورنہ ہمیشہ ذلت و رسوائی کی زندگی سے دوچار رہنا پڑے گا۔ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کا ارشاد گرامی ہے :

اُغْزُوهُمْ قَبْلَ اَنْ يَغْزُوكُمْ فَوَاللهِ
مَا غُزِيَ قَوْمٌ فِي عُقْرِ دَارِهِمْ اِلَّا ذَلُّوا

(نہج البلاغہ)

یعنی اپنے دشمنوں سے جنگ شروع کردو اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ آور ہوں۔ خدا کی قسم، کسی قوم پر حملہ نہیں کیا گیا ان کے گھر کی ڈیوڑھی پر مگر اس قوم کو سخت ذلت و رسوائی اور بے بسی کا سامنا کرنا پڑا۔

یعنی دشمن کو سازش کرتے وقت ہی ناکام بنادو، دشمن کو پلنے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقع نہ دو کہ وہ تمہارے درمیان ہی اثر و نفوذ قائم کرلیں۔ والسلام



کتبہ
روح الحسن شہرت الہ آبادی